



مولانا امین صفدر اوکاڑوی کے جھوٹ یا زبیر علی زئی کذاب؟

اسلام علیکم

یہ ٹاپک اصل میں خان بھائی کا ہے جو انہوں نے کچھ عرصہ پہلے بنایا تھا۔ یہ ٹاپک اصل میں رشد کذاب کے ٹاپک کا جواب ہے جو بنام "کچھ امین اوکاڑوی کے بارے میں" یہاں موجود ہے۔

<http://www.ahlehaq.com/forum/viewtopic.php?f=14&t=678&sid=bb8838021dc6d26b28bed80be5bc9a51>

اور میری بھی یہ خواہش تھی کہ اسکو اردو میں کر دیا جائے اور پھر خان بھائی نے بھی حکم کیا تھا کہ اسکو اردو میں کر دو میں نے اس پر کام کافی عرصے پہلے ختم کر لیا تھا لیکن پھر کچھ وجوہات کی بنا پر پوسٹ نہیں کر سکا تھا پھر ایک مسئلے پر اسی فورم کے ایک ممبر سے کچھ مواد لیا تجلیات میں سے جس میں سے زبیر علی زئی کو جواب نکلا اس ہی میں ان اعتراضات کا جواب بھی تھا جو رشد صاحب نے "آل پیرداد" کے رسالے سے کاپی کیے تھے سوچھا کہ ایک الگ سے جواب لکھنے میں وقت بھی زیادہ لگے گا اور محنت بھی زیادہ لگے گی اسی لیے اسی میں جمع کر دیا جائے جس سے سارا مواد ایک جگہ جمع ہو جائے گا۔

الحمد للہ! میں اس جواب میں رشد صاحب کے سارے جھوٹ اور فریب میمبرز کے سامنے رکھوں گا جو انہوں نے مناظر اسلام فاتح غیر مقلدیت حضرت علامہ مولانا امین صفدر اوکاڑوی کے خلاف اپنے ٹاپک میں لکھے تھے اصل میں یہ ٹاپک تہرائی غیر مقلد زبیر علی زئی کے رسالہ "امین اوکاڑوی کے تعاقب میں" سے چھاپا گیا ہے جس کی گندی زبان سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے لیکر آج کے دور تک ایک عالم ایک ولی بھی محفوظ نا رہے خیر یہ اعتراضات آج بھی کرتے ہیں اور یہ توجہ نہیں دیتے کیونکہ یہ حربہ شروع میں بریلوی رضا خانی مذہب کے پیروکاروں نے اپنایا جس میں وہ ناکام ہو گئے لیکن آج جب دلائل کا جواب غیر مقلدین نہیں دے سکتے تو انہوں نے بھی رضا خانی مذہب کی تقلید کرتے ہوئے انکا ہی حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جس کی واضح مثال اس فورم میں دو ٹاپک ہیں۔۔۔ خیر اب آتا ہوں رشد صاحب کے جھوٹ کی طرف:

جھوٹ نمبر ایک :-

اس میں اگر رشد صاحب کو تھوڑی سی شرم آجاتی تو اچھا ہوتا لیکن رشد کا مذہب جھوٹا اور یہ لوگ اکسی ہی تعلیم دیتے ہیں۔۔۔ رشد صاحب آپ کے ٹاپک کا پیج میں ساتھ ساتھ دے رہا ہوں۔
رشد صاحب نے اپنی پوسٹ میں لکھا ہے کہ یہ سب حقائق ہیں۔

:- یہ محض الزامات نہیں بلکہ حقائق ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

تو آئیے سب سے پہلی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

رشد صاحب زبیر علی زئی کی طرف سے چھاپتے ہیں۔



”میں نے کہا سرے سے یہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کیا، بن زبیرؓ کے وقت تک کسی شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں۔“ [تحقیق مسئلہ آئین، ص ۴۴، مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۱۵۶۔ تاریخ اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۱ء]

جواب:

اپنے ٹاپک میں اسکا جواب خان بھائی نے 2006 کی چھپی ہوئی تجلیات کا سکین پیج دکھا کر دیا تھا۔ جو آپ یہاں دیکھ سکتے ہیں اس میں بات کو واضح کرنے کے لیے الفاظ کو لال رنگے سے ہی ہائی لائٹ بھی کیا ہے۔



پڑھا کرتے تھے اور وہ عیدین میں آذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی۔ (معارف السنن ص ۳۶۰ بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۴۷، ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۹۸ میں ہے کہ وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے (ص ۱۲۰ ج ۱) نہ رہے بانس نہ بچے بانسری۔

کہنے لگا عطا نے دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو آمین کہتے دیکھا، میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے وقت کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہوں۔

ازاں بعد جب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ۲۰ رکعت تراویح شروع ہوئیں اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو؟

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے، کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے، کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجبر کہنا ثابت ہے اس لئے مقتدیوں کے مسئلہ کو ہم نے اسی پر قیاس کر لیا ہے، میں نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آکر ٹوٹتی ہے تقریروں اور تحریروں میں اس کو کارِ شیطانی کہا جاتا ہے اور اندرون خانہ قیاس کے سامنے سجدے کئے جاتے ہیں۔

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے، حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں، دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا

شرف حاصل ہے۔“ [نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شری حیثیت، ص ۹، مجموعہ رسائل، ج ۱ ص ۲۶۵]



میں کوئی قرأت نہیں (نہ فاتحہ) اور حضرت سالمؓ کے بعد مدینہ منورہ میں بلا شرکت غیرے امام مالکؒ کا فتویٰ جاری ہوا آپ فرماتے ہیں: قراۃ الفاتحة ليس معمولاً بها فی بلدنا فی صلوة الجنائزۃ (عمدة القاری)

نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے پر ہمارے شہر میں عمل نہیں ہے۔

ابن بطال شارح بخاری فرماتے ہیں کہ جو صحابہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنے والوں پر انکار فرماتے تھے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امام مالکؒ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے خلافت راشدہ سے لے کر ۱۷۹ھ تک مدینہ منورہ میں جو جنازے پڑھے گئے ان میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں سے مدینہ منورہ میں ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جو نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض کہتا ہو اور اس نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے قبرستان میں جتنے لوگ دفن ہیں، سب بلا جنازہ دفن ہیں۔ اور تو اور کوئی مائی کالا لال یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ خلفائے راشدین یا عشرہ مبشرہؓ میں سے کسی ایک کے جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی گئی ہو۔ دیدہ باید

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

JHOOT NO:4
(KHAN001)

دارالاسلام مکہ مکرمہ:

مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں، بقول غیر مقلدین ان کو دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے، خود جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ کے شاگرد تبع تابعی ہیں، پورا خیر القرون ان کی نظر میں ہے، آپ سے جب نماز جنازہ کی فاتحہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ حیران ہو کر فرماتے ہیں ما سمعنا بهذا (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹) ہم نے جنازہ میں فاتحہ پڑھنا کبھی سنا ہی نہیں بلکہ طاؤس و عطاء کانا پنکران القراۃ علی الجنائزۃ (ابن ابی شیبہ ج ۳

یہاں پر آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جو الفاظ رشد صاحب نے لکھے تھے ان میں "بقول غیر مقلدین" کے الفاظ نہیں تھے لیکن جو سکین پیچ خان بھائی نے پوسٹ کیا اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اس کے جواب میں رشد صاحب نے خان بھائی کا اعتراض جو اوپر آپ دیکھ سکتے ہیں اسکو "کوٹ" کر کے لکھتے ہیں:




جواب :-

یہ بات سراسر باطل اور جھوٹ ہے کہ میں نے اصلی حوالے میں اپنی طرف سے کوئی رد و بدل کیا ہے۔ یہ عبارت انہیں الفاظ کے ساتھ اوکاڑوی صاحب کی کتاب میں موجود ہے جو میں نے پیش کر رکھے ہیں اور اس میں **”بقول غیر متقلدین ان کو“** جیسے کوئی الفاظ ہرگز نہیں ہیں۔ لہذا ہم پر اس حوالے کو پیش کرنے پر جھوٹ کا الزام لگانا سخت باطل اور غلط ہے۔

تجلیات صفدر کے حوالے سے جو عبارت خاں صاحب نے پیش کی ہے وہ الناس بات کا ثبوت ہے کہ دیوبندی ناشرین اوکاڑوی صاحب کے اکاذیب اور تضادات پر پردہ ڈالنے کے لیے من مانی تحریفات کر کے عبارات کو بدل رہے ہیں۔ **”بقول غیر متقلدین ان کو“** کے الفاظ کا خود ساختہ اضافہ کر کے ایک طرف تو اوکاڑوی صاحب کو الزام سے بچایا گیا ہے اور دوسری طرف ہم پر یہ الزام عائد کر دیا کہ ہم اوکاڑوی صاحب پر غلط الزام دھر رہے ہیں۔ صرف یہی ایک بات ان لوگوں کی امانت و دیانت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ اوکاڑوی صاحب کی عبارت ان کی کتاب کے اصلی سکین پیجز کے ثبوت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

یہ بات لکھنے کے بعد رشد صاحب نے مجموعہ رسائل کے سکین پیجز پوسٹ کیے۔



کہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح
 یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے 
 القدر تابعی ہیں اور آپ کے شاگرد تبع تابعی ہیں پورا خیر القرون ان کی نظر
 میں ہے آپ سے جب نماز جنازہ کی فاتحہ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ
 حیران ہو کر فرماتے ہیں ما سمعنا بهذا (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹) ہم نے
 جنازہ میں فاتحہ پڑھنا کبھی سنا ہی نہیں بلکہ طاؤس و عطاء کان بنکر ان القراء
 ة علی الجنائزہ (ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹) حضرت طاؤس اور حضرت عطاء
 دونوں نماز جنازہ میں قرأت (فاتحہ پڑھنے) کا انکار فرماتے تھے۔ اس سے معلوم
 ہوا کہ پورے خیر القرون میں مکہ معظمہ میں ایک شخص بھی نماز جنازہ میں
 فرضیت کا قائل نہ تھا۔ سب جنازے بغیر فاتحہ کے پڑھے جاتے تھے اور فاتحہ
 نہ پڑھنے والوں پر کسی نے کبھی انکار نہ کیا اور ان کے لیے فاتحہ نہ درود مر گئے
 مردود کی پھبتی نہ کسی اور اگر کسی نے بھولے سے پڑھ لی ہو تو اکابر علماء نے
 اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا چنانچہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے
 جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی۔ چونکہ خیر القرون میں یہ ایک
 انوکھی بات تھی اسی وقت آپ کا بازو پکڑ کر پوچھا گیا کہ یہ کیا؟ آپ نے انہا
 سنۃ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ نماز جنازہ پڑھنے کا ایک غیر معروف طریقہ ہے
 جسے عام صحابہ تابعین نہیں پہچانتے اس لیے آپ نے لفظ سنت کو نکرہ بیان
 فرمایا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے بھی کبھی فاتحہ نہ پڑھی بلکہ جب آپ نے
 حضرت ابو حمزہؓ کو نماز جنازہ کا طریقہ سکھایا تو فرمایا نصلی علی الجنائزۃ تسبیح
 و تکبیر ولا ترکع ولا تسجد (سندہ صحیح فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۶) یعنی
 نماز جنازہ میں تسبیح و تکبیر ہے رکوع سجدہ نہیں قرأت کا ذکر تک نہ فرمایا۔
 دارالاسلام کوفہ

کوفہ حضرت فاروق اعظمؓ نے آباد کیا وہاں تقریباً "ستہ سو صحابہ قیام پذیر

رشد صاحب کا کہنا یہ تھا کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ کی من مانی تحریف کو بچانے کے لیے دیوبندیوں نے
 ان تحریفات کو بدل دیا۔

یہ تحریف نہیں کاتب کی غلطیاں ہیں:

یہ اصل میں تحریف نہیں بلکہ کاتب کی غلطیاں ہیں اسکے بارے میں خود مولانا امین صفدر اوکاڑوی
 رحمۃ اللہ کا فرمانا یہ ہے۔



"البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں نہ کہ مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص 4)"

اس حوالے کا سکین پیج انشا اللہ آپ اسی مضمون میں آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔
 رشد صاحب کا یہ بھی کہنا تھا کہ غلطیوں کے بارے میں کہا جاتا کہ غلطیاں تھیں تو لیں یہ شبہ بھی دور ہو گیا میرے خیال سے جو مجموعہ رسائل رشد صاحب نے سکین کیے ہیں انکو ہی غور سے دیکھ لینا چاہیے جہاں ناشر نے غلطیوں کے بارے میں کہا ہے۔
 اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں

"غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کو امام کے پیچھے آمین کہتے ہوئے سنا۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اس کی صحت کا انکار کیا خود البانی غیر مقلد بھی کہتا ہے کہ اس کے راوی خالد بن ابی انوف کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔ ہاں بعض جگہ میں نے غیر مقلدین کو الزامی طور پر جواب دیا کہ آپ کے ہاں تو عطاء کو دو سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ اس بات کو انہوں نے تضاد کا نام دیا۔ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہ غیر مقلدین کا عندیہ ہے، جہاں انکار ہے وہ میرا عندیہ ہے۔
 (تجلیات صفدر جلد 4، ایک خط کا جواب، صفحہ 236)

جھوٹ نمبر ۲:-

اس جھوٹ پر آپ کا الزام اسی پیج پر موجود ہے جو جھوٹ 1+2 والے Images میں ہے جس میں آپ نے اُم یحییٰ کا کہا ہے اور ساتھ یہ ہی کہا کہ مولانا نے اُسی سے اپنی دلیل کے لیے روایت لی جناب۔۔۔

اول تو یہ وہ دعویٰ نہیں ہے کیوں کہ آپ علم اسماء الرجال سے اتنے ناواقف ہیں کہ کیا کہوں اُم یحییٰ کے نام سے بہت سے راوی موجود ہیں اور آپ نے صرف یہ الزام تھوپا، خیر مولانا نے جو روایت اپنی دلیل پر دی ہے اُس کی سند پیش کرو اور ثابت کرو کہ یہ وہ ہی اُم یحییٰ ہے؟ اُم یحییٰ کے والد کا نام اور گُنیت بتا دیں؟ جس کو مولانا نے مجھول کہا ہے چیلنج ہے تمہیں اور اُس دلیل والی روایت کی سند پیش کرو اور اس میں اُم یحییٰ بتاؤ اگر یہ وہ ہی اُم یحییٰ ہے تمہارے چھوٹے بڑے سب کو چیلنج ہے Rushed صاحب آپ صرف جھوٹ بول سکتے ہیں یہ آپ کے بس کی بات نہیں مولانا کو جتنا حدیث کا علم تھا اتنا آپ کے عالموں کو نہ تھا انہوں نے جوانی سے موت تک احادیث پڑھائی ہے اس کو اتنا پتا نہیں ہو گا؟ لیکن جھوٹ تو آپ کو بولنا ہی تھا اس کے پیج 3 اور 4 دیکھ لیں اور احادیث کی سند پیش کریں۔

(KHAN001)

(۲) پتے مخالف ایک روایت پر اوکاڑوی صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور ام یحییٰ مجھولہ ہیں" [نمازیں باحتماف کے نیچے بائیں حصہ ص ۱۰، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۳۶]



”ہاتھوں“ خدا جانے کس لفظ کا ترجمہ ہے، پھر ابن خزیمہ والی روایت نقل کی ہے جس کا ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے، پھر طاووس کی مرسل اور ضعیف سند جس کا راوی سلیمان بن موسیٰ ہے لکھی ہے، یہ نہایت ضعیف حدیث ہے، محمد بن حجر ضعیف، سعید بن عبد الجبار ضعیف اور ام مکنی مجہولہ ہیں پھر ابن عباس کا قول جو بالکل جھوٹا ہے نقل کیا ہے کیونکہ راوی روح بن المسیب جھوٹی احادیث بناتا تھا۔

یہ شاذ، متروک اور ضعیف روایات بھی اس کے دعویٰ کی دلیل نہیں، کسی ضعیف حدیث میں بھی سنت یعنی دائمی عمل مذکور نہیں۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، کسی ایک صحابی، ایک تابعی، ایک تبع تابعی، ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کا مذہب بھی وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثابت نہیں کر سکا۔ ان شاذ روایات کو سنت کہنا ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی جاہل ساتوں قرأتوں کے خلاف کسی شاذ اور متروک روایت کو قرأت کا نام دے اور اس متواتر قرآن کے خلاف اشتہار بازی کرے۔ یہ حرکت پادری فائدر، سوامی دیانند، پنڈت رام چندر نے تو کی تھی اب اہل حدیث بھی ان کی تقلید میں اسی حرکت پر اتر آئے ہیں۔

اہل سنت حضرات کو ان کے وساوس سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے اور سورت والناس پڑھ کر ان پر دم کر دینا چاہئے کہ یا اللہ ان کے وسوسے ان ہی کے پاس رہیں، ہمیں ان وسوسوں سے محفوظ رکھنا آمین یا اللہ العالمین۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ بوقت اختلاف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوط پکڑنا۔ ہم نے اس مسئلے میں ان احادیث پر عمل کیا جن پر عمل کو خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنت کہا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو حدیثیں میری سنت کے خلاف ہوں وہ میری طرف سے نہیں (دارقطنی) اس لئے ہم نے اس روایت پر عمل نہیں کیا جو خلاف سنت ہے، ہاں اگر کوئی غیر مقلد سینے پر ہاتھ باندھنے کا سنت ہونا کسی خلیفہ راشد سے ثابت کر دے تو ہم اسے بھی سنت مان لیں گے۔



اور جب خود ضرورت پڑی تو اسی ام یحییٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

[مرد اور عورت کی نماز میں فرق ص ۳۵، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۲۲ بحوالہ کنز العمال]

JHOOT NO:2
KHAN001

مرد اور عورت کی نماز میں فرق

350

تجلیات صفدر جلد سوم

الركوع والسجود والقعود۔

مثال: آنحضرت ﷺ کا فرمان پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجماعاً یہ علت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے۔ اس لئے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا چنانچہ بھڑ، جگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجماعاً بچ ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب و سنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجماعاً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد ان سے ساقط کر دیئے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

JHOOT NO:2
(KHAN001)

۱۔ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ يا وائل بن حجر

اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے

برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے (کنز العمال ج ۷،

ص ۳۰۷، مجمع الزوائد ص ۱۰۳ ج ۲، ص ۳۷۷ ج ۹، طبرانی ص ۲۱۹ ج ۲۲)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا۔ مرکز اسلام کوفہ میں امام حماد یہی فتویٰ دیتے تھے

کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منع اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ

اپنے کندھوں تک اٹھائے اور ام درداءؓ بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔

عن عبد ربہ بن سلیمان بن عمیر قال رأيت ام الدرداء ترفع يديها في

الصلاة حذو منكبيها (جزء رفع يدين لئلا يلام البخاري ص ۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداءؓ

رشد صاحب خان بھائی کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:



ابو کاثری صاحب نے اس حدیث پر مجمع الزوائد کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ مگر اس حدیث پر ام یحییٰ کے مجہول ہونے کے حوالے سے امام شافعیؒ نے جو وضاحت کر رکھی ہے اسے بڑی ایمانداری سے چھپایا ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

امام پشیمی کے ام بیگی کے متعلق یہ الفاظ بیغم کبیر لفظ رانی کے حاشیے پر بھی موجود ہیں جس کا سکین بیج نیچے دیا جا رہا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کے وکیلوں سے گزارش ہے کہ اس ام بیگی کی شہادت ثابت کریں محض بہانوں سے اوکاڑوی صاحب کی وہابی پالیسی پر پروہ نہیں ڈالنا چاہتا۔



عاصم بن كليب عن علقمة بن وائل عن أبيه

..... (٢٦) حدثنا موسى بن حارون ثنا الحارث بن عبد الله خبرنا هشيم عن عاصم بن كليب عن علقمة بن وائل عن أبيه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ركع فرج أصابعه واذا سجد ضم أصابعه .

قيس بن سليم العنبري عن علقمة بن وائل

..... (٢٧) حدثنا فضيل بن محمد الملقطى ثنا أبو نعيم ثنا قيس بن سليم العنبري حدثني علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال : صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر حين افتتح الصلاة ورفع يديه . وحين أراد أن يركع رفع يديه وبعدما رفع رأسه من الركوع .

أم يحيى بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر عن عمها علقمة

..... (٢٨) حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي قال حدثتني ميمونة بنت حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر قالت سمعت عمتي أم يحيى بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر عن أبيها عبد الجبار عن علقمة عن عمها عن وائل بن حجر قال : جئت النبي صلى الله عليه وسلم فقال : هذا وائل بن حجر جاءكم لم يحنكم زغبة ولا رصة ، جاء حبا لله ولرسوله وبسط له رداءه

- ٢٦ - ورواه الحاكم (٢٢٤/١) وصححه على شرط مسلم ووافقه الذهبي
قال في المجمع (١٣٥/٢) واستأنده حسن .
٢٧ - ورواه النسائي (١٩٤/٢) .
٢٨ - قال في المجمع (١٠٣/٢ و ٣٧٤/٩) رواه الطبراني من طريق ميمونة بنت حجر بن عبد الجبار عن عمتها أم يحيى بنت عبد الجبار ولم أعرفها وبقيّة رحاله ثقات .



وأجلسه الى جنبه وضمه اليه وأصعته به المنبر ، فخطب الناس ، فقال لأصحابه : « ارفقوا به فانه حديث عهد بالملك » فقلت : ان أهلي قد غلبوني على الذي لي ، قال : « أنا أعطيكه وأعطيك ضعفه » فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم : « يا وائل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنك والمرأة تجعل يديها حذاء نديها » .

..... (٢٩) حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمي قال حدثتني ميمونة بنت حجر قالت حدثتني عمتي أم يحيى بنت عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « طوبى لمن رآني ومن رأى من رأيي » ثلاثاً .

عبد الجبار بن وائل عن أبيه أبو اسحاق عن عبد الجبار بن وائل

باب

..... (٣٠) حدثنا اسحاق بن ابراهيم السدري ثنا عبد الرزاق ثنا ممر عن أبي اسحاق عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال (ولا الضالين) قال : « آمين . حتى يسمعا .

..... (٣١) حدثنا محمد بن عمرو بن خالد الحراني ثنا أبي ثنا زهير ثنا أبو اسحاق عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه فأتخذ يقرأ فقال (غير المفضوب عليهم ولا

- ٢٩ - قال في المجمع (٢٠/١٠) وفيه من لم أعرفهم .
- ٣٠ - رواه عبد الرزاق (٢٦٣٣) ولكن ليس عنده حتى يسمعا .
- ٣١ - ورواه أحمد (٣١٨/٤) .

یہاں بھی رشد صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے جیسا کہ ان کے بڑوں کو ہوئی ہے آئیے دیکھتے ہیں کہ مولانا امین صفدر اوکاڑوی اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔



وہ غیر مقلدین کا عندیہ ہے، جہاں انکار ہے وہ میرا عندیہ ہے۔

ایک اور تناقض :

آل پیرداد لکھتا ہے کہ ایک روایت پر ادا کاڑوی صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ام یحییٰ مجہولہ ہیں اور دوسری جگہ ام یحییٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اصل بات ساف ہے کہ ام یحییٰ خیر القرون کی ہیں اور خیر القرون کی جہالت احناف کے ہاں جرح لائن۔ غیر مقلدین کے ہاں جرح ہے۔ جہاں میں نے استدلال کیا ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق ہے۔ لہذا تو حنفی اصول کو مد نظر رکھا اور وہاں ام یحییٰ کی روایت کے معارض بھی کوئی روایت لائن۔ اور جہاں اس کو مجہولہ کہا وہ شوافع کے اصول پر کہا۔ غیر مقلد شوافع مقلدین کے مقلد ہیں۔ اور وہاں ام یحییٰ کی روایت ”علی صدرہ“ کے معارض تحت السمرہ کی روایت بھی ہے۔ اس لئے اپنے مسئلہ میں اپنا اصول سامنے رکھا اور غیر مقلدین کے مسئلہ میں ان کا، یہ ان انصاف ہے۔

جھوٹ نمبر: ۳

یہ بھی آپ نے بڑا شاندار جھوٹ بولا، لگتا ہے۔ تمہیں قرآن و حدیث نہیں بلکہ جھوٹ کی ترکیبیں سکھائی جاتی ہیں اس جھوٹ پر آپ کے کا پیج جو میں دے رہا ہوں جھوٹ 3+4+5 کے نام سے اس ٹاپک میں تم نے کہا کہ مولانہ نے یہ حدیث اپنی طرف سے بنائی ہے؟ خدا کا خوف کرو مولانہ نے حدیث نہیں بنائی مولانہ آپ سے سوالات پوچھ رہے ہیں دیکھ لو جواب 5 کے نام سے Images اس میں میں نے سارے سوالات بلیک کلر سے Underline کیئے ہیں سب میں ”کیا“ کے الفاظ ہیں اور کسی میں نہیں لیکن پڑھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ یہ ایک طرز سے مولانہ سوال پوچھ رہے ہیں اس لئے کچھ سوالوں میں ”کیا“ نہیں جیسا کہ پیج میں وضع ہے لیکن آپ نے اس کو مولانا کی طرف نسبت دی جھوٹ کی اور روایت گڑھنے کی؟ یہ ہی آپ کو سکھاتا ہے قرآن و حدیث؟ اللہ ہمیں ایسے گمراہ لوگوں سے بچائے۔ (آمین)



”رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: ”لا جمعة الا بخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا“

[صلوۃ الرسول پر ایک نظر جس ۷۱ مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۶۹]

نبی ﷺ کا اس طرح کا فرمان کسی حدیث کی کتاب میں موجود نہیں۔ اس حدیث کو اکاڑوی صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے خود گھڑ رکھا ہے۔ جس کسی کو اس بات پر اعتراض ہو اس سے گزارش ہے اس حدیث کا حوالہ دے کر اکاڑوی صاحب کو اس الزام سے بری کر والے۔

**JHOOT:3
(BYKHAN001)**

صلوۃ الرسول پر تحقیق نظر (۱)

263

تجلیات صفحہ جلد ۳

راشدین کو دیکھو تو خلافت راشدہ میں بلند آواز سے آئین کنہا ہرگز ثابت نہیں آہستہ آئین کی روایت ہے جو طحاوی شرح معانی الآثار ص ۳۰ ج ۱ پر موجود ہے تو دور خلافت راشدہ میں بھی آئین بلخبر پر عمل نہیں رہا اور یہ متردک رہی۔

۵۴۔ ص ۲۰۰ پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ لکھا ہے اس کے لئے حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب نقل کی ہے کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے ترجمہ میں مقتدی کا لفظ داخل کر دینا اگرچہ حضرت جلد بن عبد اللہ میری حدیث من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی ص ۳۹ ج ۱) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہاں مگر مقتدی (نہ پڑھے) میں اگرچہ مقتدی کو خارج کرے مگر تم ضرور مقتدی کو داخل کرنا۔

۵۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ میرے صحابی حضرت جلد بتاتے رہیں کہ الا وراء الامام (موطا۔ ترمذی) مگر تم نہ سننا۔ صحابہ کا شاگرد سفیان بن عیینہ محدث حرم کتاب ہے هذا لمن یصلی وحده، (ابوداؤد)

یہ حدیث اکیلے کے لئے ہے مگر تم ادھر دیکھنا بھی نہ اور تیج تابعی امام احمد بن حنبل بتاتے رہیں کہ اذا کان وحده (ترمذی) کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے مگر تم سنی ان سنی کر دینا۔ پورے خیر القرون کی مخالفت سر لیتا مگر حنفیوں کو بے نماز کہتا۔

۵۶۔ اور کیا رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ بخاری سے یہ حدیث تو نقل کر دینا جس میں جماعت کا ذکر ہی نہیں مگر اسی بخاری ص ۱۰۸ ج ۱ پر جس حدیث میں ہے کہ نماز باجماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ رکوع میں شریک ہوئے (ظاہر ہے کہ انہوں نے خود سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی سورت فاتحہ سنی) مگر حضور ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ اس حدیث کا نام بھی نہ لیتا۔

**JHOOT:3
(KHAN001)**

۵۷۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہے ”لا جمعة الا بخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کوئی خطیب کی آواز نہ سنے یا

اسکے جواب میں رشد صاحب لکھتے ہیں



پہلے تو پوچھنا یہ ہے کہ حدیث گڑھ کر سوال پوچھنا کہاں کا انصاف اور دیانت ہے؟ دوسرا یہ کہ میں نیچے پورا صفحہ سکین کر کے لگا رہا ہوں ہر ایک دیکھ سکتا ہے کہ اس ۵۷ نمبر پوائنٹ میں دور دور تک کوئی سوال یا الزام کا نشان نہیں ہے بلکہ اس حدیث کو وضع کر کے اوکاڑوی صاحب اس سے استدلال کر رہے ہیں اور اس من گھڑت حدیث کو مخالفین پر بطور حجت پیش کر رہے ہیں۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کا انکار سوائے ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں۔ لہذا اوکاڑوی صاحب پر یہ جرم اور الزام ثابت رہے گا کہ انہوں نے اس حدیث کو گڑھ رکھا ہے۔

۱۶۹

۵۷۔ رسول اقدسؐ نے فرمایا ہے ”لا جمعة الا مخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کوئی خطیب کی آواز سنے یا نہ سنے اور اگرچہ جماعت میں ہی اگر شریک ہو اور اسی طرح نماز باجماعت میں امام جو فاتحہ و سورت پڑھتا ہے وہ سب کی طرف سے ہو جاتی ہے غلام امام کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا مقتدی رکوع میں اگر شامل ہو اور سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

۵۸۔ پھر ص ۲۰۰ پر مقتدیوں کو الحمد شریف پڑھنے کا حکم کے تحت حضرت عباد بن صامتؓ کی مفصل حدیث لکھی ہے کیا رسول پاکؐ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن اسماعیل مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے ۱۰ میل الاوطاد ص ۲۳۷ ج ۱/ دلیل الطالب ص ۲۳۹ فتاویٰ علمائے حدیث پر اس کو خود علمائے اہل حدیث نے ضعیف لکھا ہے نیز اس کی سند میں محول بھی مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں مدلس کا غرض مقبول نہیں (ابکار السنن ص ۵۹) اور کیا یہ بھی رسول اقدسؐ تھا کہ ابو داؤد میں اس کے بعد جو حدیث منازعت ہے اس کو نقل نہ کرنا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کو ڈانٹا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

۵۹۔ ترمذی میں بھی اس حدیث کی سند میں وہی محمد بن اسماعیل اور محول ہیں اور ترمذی میں بھی اس کے بعد حدیث منازعت ہے اور قول جابرؓ بھی ہے جو ملاق صاحب نے نقل نہیں کی یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی رافضی مستمذی حدیث نقل کر دے اور منع ولی نہ کرے۔

۶۰۔ نسائی میں یہ آخری جملہ موجود ہی نہیں فائدہ الاصلوة لمن لم یقرأ بما پھر نسائی کی سند میں نافع بن محمد مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث معلول ہے (میزان الاعتدال

خود مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ اس بارے میں کہتے ہیں ”ایک حدیث ہے: عن ابن شہاب بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة (المدونة الكبرى ص ۱۴۷ جلد ۱) ابن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی



ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ یہ بات غیر مدرک بالقیاس ہے اور محدثین کا اصول ہے کہ تابعی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع مسل کے حکم میں ہوتا ہے اور مرسل معتضد باجماع امت حجت ہے اور اس مرسل معتضد کو تلقی بالقبول اور تواتر عملی کا شرف حاصل ہے۔ جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی حکماً تو اس کا ترجمہ یہی ہو گا کہ آپ ﷺ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس جملہ کو مرفوع مان کر ترجمہ کریں، کیا ہوگا؟ اس فرقے کے بڑے چھوٹے کو مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر پڑھ کر یقین کامل ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی ایک مکمل مسئلہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اب میرے مطالبات کا ان کے پاس کو جواب نہیں۔ تا کسی کاتب کی غلطی کا بہانہ بنا کر جواب سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن اب دوپہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ فرقہ عمل بالحدیث کا دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور یہی جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

کذب و افتراء:

اوکاڑوی حیاتی کا کذب و افتراء کا عنوان دیا۔ ایک حدیث ہے: عن ابن شہاب بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة (المدونة الکبریٰ ص ۱۴۷ ج ۱) ابن شہاب تابعی فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ یہ بات غیر مدرک بالقیاس ہے اور محدثین کا اصول ہے کہ تابعی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتا ہے اور مرسل معتضد باجماع امت حجت ہے اور اس مرسل معتضد کو تلقی بالقبول اور تواتر عملی کا شرف حاصل ہے۔ جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرسل ہوئی حکماً تو اس کا ترجمہ یہی ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس جملہ کو مرفوع مان کر ترجمہ کریں، کیا ہوگا؟ اس فرقے کے بڑے چھوٹے کو مجموعہ رسائل



اور الہیات صفحہ پڑھ کر یقین کامل ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی ایک مکمل مسئلہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اب میرے مطالبات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو کسی کاتب کی غلطی کا یہاں بنا کر جواب سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن اب دوپہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ فرقہ عمل بالحدیث کے دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور یہی جھوٹ ان کا اصل ہونا ہے۔

جھوٹ نمبر 4:-

رشد صاحب اس میں جھوٹ کونسی بات ہے یہ تو پوری دنا میں 20 پڑھی جاتی ہیں شرم کرو۔۔۔ اندھے تو آپ نہیں ہو چھوڑو آیمہ سے یہی ثابت ہے اور امام مالک کے ایک قول کے جوابات بھی دیکھ لیں جواب 6، جواب 7 اور جواب 8 میں۔۔۔ لیکن آپ جھوٹے ہو اور یہی جھوٹ بولتے رہو گے سب پڑھ رہے ہونگے انشاء اللہ خود فیصلہ کریں گے میمبرز کے آپ قرآن و حدیث کے نام پر جھوٹ کی دیتے ہو اور جھوٹ سکھاتے ہو دھوکہ فراڈ یہی سیکھتے ہو؟ اللہ ہماری حفاظت کرے تم جیسے ایمان کے ڈاکو سے آمین۔ چاروں آیمہ کا مسلک ہے 20 رکعت اور امام مالک سے جو اپنے پیش کیا ہے اسکا جواب اور امام کا سہی مذہب 20 ہی ہے۔۔۔ جیسا اس پیج میں جو مختصراً میں نے پیش کر دیا انشاء اللہ زندگی رہی تو سارے دلائل یہیں ہونگے۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔

مزید دلائل یہاں ---

<http://www.ahlehaq.com/forum/viewtopic.php?f=14&t=901&p=3991&sid=bb8838021dc6d26b28bed80be5bc9a51&sid=bb8838021dc6d26b28bed80be5bc9a51#p3991>

<http://www.ahlehaq.com/forum/viewtopic.php?f=14&t=886&sid=bb8838021dc6d26b28bed80be5bc9a51>

تراویح کے متعلق کچھ سوالات ہے اس کے جواب ضرور دینا اپنے جھوٹے اور کذاب استاد زبیر علی زبی سے جواب لے آنا۔۔۔۔۔



JHOOT:4 (KHANOO1)

(۴) امین اوکاڑوی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

”نماز تراویح کے بارے میں بیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں۔“ [مجموعہ رسائل: ج ۴ ص ۵۱۵]

اس صریح جھوٹ کے برعکس امام مالکؒ فرماتے ہیں:

”میں اپنے لیے قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعتیں اختیار کرتا ہوں، اسی پر سیدنا عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے پتا نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں۔“

[کتاب التہجد ص ۶۷ تصنیف امام عبدالحق دمشقی متوفی ۵۸۱ھ]

اسی طرح علامہ یحییٰ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

”اور کہا جاتا ہے کہ تراویح گیارہ رکعتیں ہیں، اسے امام مالکؒ اور امام ابو بکرؓ نے اپنے لیے اختیار کیا ہے۔“

[معجم القاری: ۱۱/۲۶۷]

امام قرطبیؒ (متوفی ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

”اور کثیر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ (تراویح) گیارہ رکعتیں ہیں، انہوں نے سیدہ عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔“

[الہبم لہ اشکل من تحقیق کتاب مسلم: ۳/۳۸۹، ۳۹۰]



اس کے بعد سارا عالم اسلام ائمہ اربعہ کی تقلید کے تحت آگیا اور ان کے تبعین شرقاً و غرباً بیس رکعت ہی پڑھتے رہے چنانچہ آئمہ اربعہ کا مسلک میں اوپر درج کر چکا ہوں

احناف۔ امام ابوحنیفہؒ کے تبعین کا عمل تو کسی پر مخفی ہی نہیں، علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدين اجماعاً بعد صلوة العشاء وهی عشرون رکعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً (رد المحتار ص ۵۱۱ ج ۱) (یعنی خلفاء راشدین کے اجماعی طور پر عشاء کی نماز کے بعد مواظبت کی وجہ سے تراویح سنت مؤکدہ ہے اور وہ بیس رکعات ہیں۔ اور یہی جمہور کا قول ہے اور شرقاً و غرباً اس پر عمل ہے)

قال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي بن كعب من غير خلاف من الصحابة (عمدة القاری شرح صحيح بخاری) (یعنی بیس رکعات ہی جمہور کا قول ہے اور یہی احناف اور امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کا قول اور ابی بن کعب سے بغیر کسی اختلاف کے یہی صحیح مروی ہے)

شوافع۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں اعلم ان صلوة التراویح سنة باتفاق المسلمين وهی عشرون رکعة (امام نوویؒ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ تراویح بیس رکعت سنت ہے) (کتاب الاذکار ص ۸۳)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:- التراویح وهی عشرون رکعة وکیفیتها مشهورة وهی سنة مؤکدة یعنی تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہے اور اس کی کیفیت اور طریقہ مشہور ہے۔ (احیاء العلوم ص ۱۳۹ ج ۱) امام شعرائیؒ لکھتے ہیں من ذلک قول ابی حنیفة والشافعی واحمد رحمهم الله ان صلوة التراویح فی شهر رمضان عشرون رکعة (یعنی ائمہ ثلاثہ کا) اور ایک روایت میں امام مالک کا بھی) یہی مسلک ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔ (میزان کبریٰ ص ۱۵۳)

حنا بلکہ

- امام احمد کا مسلک پہلے بدایۃ المجتہد اور میزان شعرانی کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں، ابن تیمیہ کا قول بھی عہد فاروقی کے تحت آچکا ہے قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين رکعة فی رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۸۶ ج ۱) (یعنی ابی بن کعب کا بیس رکعت پڑھنا مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا لہذا اس پر اجماع ہو گیا)

امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں والمختار عند ابی عبد اللہ فیہا عشرون رکعة وبهذا قال الثوری وابو حنیفة والشافعی وقال مالک ستة وثلاثون وزعم انه الامر القديم وتعلق بفعل اهل المدينة ولنا ان عمر لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرين رکعة (یعنی ابو عبد اللہ کے ہاں مختار مذہب بیس رکعات کا ہی ہے اور یہی ثوری۔ ابو حنیفہ، شافعی کا قول ہے۔ اور امام مالک کا ایک قول ۳۶ کا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرؓ نے ابی بن کعب پر لوگوں کو جمع فرمایا اور وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے) (المغنی ص ۸۰۲ ج ۱)

مفتی جوفتہ حنبلی کی کتاب ہے خود اس کے مصنف نے تصریح کی ہے ہذا کتاب فی الفقہ علی مذہب ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن حنبل، اُس میں لکھا ہے ثم التراویح وہی عشرون رکعة یقوم بہا فی رمضان فی جماعة (مقنع ص ۱۸۳) فقہ حنبلی کی کتاب اقناع ص ۱۴۷ ج ۱ پر ہے التراویح عشرون رکعة فی رمضان یجہر فیہا بالقراءة وفعلا جماعة افضل ولا ینقص منها ولا بأس بالزیادة نصاً معلوم ہوا کہ حنبلی مذہب میں بھی بیس سے کم جائز نہیں۔

قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں صلوۃ التراویح سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی عشرون رکعة (یعنی نماز تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور وہ بیس رکعات ہے) (غنیۃ الطالبین)



علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کا لاجماع (یعنی حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بیس تراویح پراکٹھ اجماع کی طرح ہے۔ (تعلیق الحسن ص ۲۵۵) نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی عون الباری میں اس کو نقل کر کے اُس پر سکوت فرمایا ہے۔

امام مالکؒ آپ سے ایک روایت بیس رکعت کی ہے، آپ کے متبعین میں سے بعض نے اُس پر عمل کیا ہے مگر مشہور روایت اُن سے چھتیس رکعت کی ہے اور بعض کتابوں میں چالیس رکعت لکھا ہے، علامہ قسطلانیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد ترویجہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اس لئے اہل مدینہ نے اس طواف کے عوض یہ شروع کیا کہ ہر چار رکعت باجماعت کے بعد ترویجہ میں چار رکعت اکیلے اکیلے پڑھ لیتے اب اگر تراویح کے درمیانی چار وقفے ہوں تو $۴ \times ۱۶ = ۶۴$ رکعت + یہ اور بیس رکعت اصل تراویح کل ۳۶ ہوئیں اور اگر تراویح اور وتر کے درمیانی وقفہ میں بھی کوئی شخص چار رکعت پڑھ لے تو کل تعداد چالیس ہوئیں۔ الغرض اہل مکہ بیس تراویح اور چار یا پانچ مرتبہ طواف کر لیتے تھے اور اہل مدینہ بیس رکعت تراویح اور ۱۶ یا ۲۰ نفل پڑھ لیتے تھے۔ بہر حال اہل مدینہ نے جو نوافل زائد کئے وہ بیس رکعت کے حساب سے ہی زائد کئے تو اُن کے نزدیک بھی اصل تراویح بیس رکعت ہی ہوئیں۔

امام مالکؒ کا مذہب پہلے میں نقل کر چکا ہوں کہ بیس رکعت کا ہے اور امام مالکؒ کے شاگرد ابن القاسم فرماتے ہیں انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعة والوتر بثلاث (مدونہ کبریٰ) تو اُن کے مذہب کا خلاصہ یہ ہوا کہ بیس سنت ہیں اور وقفوں میں ۱۶ نفل مستحسن ہیں نہ کہ سنت۔

امام اسحاقؒ اکتالیس رکعت کے قائل تھے (ترمذی) معاذ، ابو حلیمہ اور اسود بن یزید بھی چالیس رکعت پڑھتے تھے (قیام اللیل) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانچوں وقفوں میں چار چار رکعت نفل پڑھتے تھے تو اُن کے نزدیک بھی اصل سنت بیس رکعت اور زوائد ۲۰

نفل تھے۔

عمر بن عبد العزیزؓ نے حکم دیا تھا کہ رمضان میں ۳۶ رکعت پڑھا کرو (قیام اللیل ص ۹۲) داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے عہد خلافت میں لوگ ۳۶ رکعت پڑھتے تھے (قیام اللیل ص ۹۲) عمر بن مہاجر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے عہد خلافت میں خاص اُن کی مسجد میں عام لوگ تیس رکعت پڑھتے (قیام اللیل ص ۹۱) ان میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ جمع ممکن ہے کہ وہ بیس رکعت تو باجماعت پڑھتے تھے اور درمیانی وقفوں میں علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے وہ جو چار چار پڑھتے تھے اُن کے چار وقفوں میں ۱۶ رکعت ہو کر ۳۶ بن جاتی تھیں اور بعض لوگ تہا دو دو پڑھتے اُن کی پانچ وقفوں کی دس بیس اس طرح کل تیس رکعت ہو جاتیں۔

فائدہ اول :- ظاہر ہے کہ یہ دو دو اور چار چار نفل جو لوگ ادا کرتے تھے یہ درمیانی وقفوں میں پڑھتے تھے، بیس رکعت پر سب کا اتفاق ہونے کے باوجود اختلاف اس میں تھا کہ درمیانی وقفے چار ہیں یا پانچ جو چھتیس پڑھتے تھے وہ صرف بیس رکعت تراویح کے درمیان چار وقفوں کے قائل تھے، گویا تراویح اور وتر کے درمیان وقفہ نہ کرتے تھے، یہ مالکیوں کا مسلک ہے اور جو لوگ تراویح اور وتر کے درمیان بھی وقفہ کرتے وہ پانچ وقفوں کے قائل تھے۔ جیسا کہ اسحاق۔ ابو معاذ اور اسود نخعی کا مسلک تھا۔ پس بیس رکعت پر اتفاق ہونے کے باوجود بعض لوگ بیس رکعت کو پانچ ترویحات کہتے تھے پس ابو مجلز کا عمل کان ابو مجلز یصلی بہم اربع ترویحات ویقرأ بہم سبع القرآن کل لیلۃ (قیام اللیل ص ۹۲) کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سولہ رکعت پڑھاتے تھے بلکہ بیس رکعت ہی پڑھاتے تھے۔ صرف درمیانی چار وقفوں کا اعتبار کر کے اربع ترویحات کہہ دیا گیا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ بیس رکعت تراویح میں صرف چار ہی ترویحات بنتے ہیں پانچواں ترویحہ وتر کو ساتھ ملانے سے بنتا ہے اسی لئے جن روایات میں خمس ترویحات کا لفظ آتا ہے وہاں ساتھ وتر کا بھی ذکر ہے، ابو مجلز کی روایت میں وتر کا ذکر نہیں ہے اس لئے اربع ترویحات کا لفظ ہے،



سولہ رکعات مراد نہیں کیونکہ سولہ رکعات میں تو تین ہی ترویحے بنتے ہیں۔
 قاعدہ دوم:- ان تمام روایات میں چار رکعت کے بعد آرام کرنے کو ایک ترویحہ کہا گیا ہے
 اس لحاظ سے آٹھ رکعت کے درمیان صرف ایک ہی ترویحہ ہوا اور اگر وتر کا وقفہ بھی ملا لیا
 جائے تو دو ترویحے ہوئے تو گیارہ رکعت پر لغت و شرع کے اعتبار سے تراویح کا لفظ صادق
 ہی نہیں آتا کیونکہ تراویح جمع کا صیغہ ہے اور عربی میں عموماً جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا
 ہے، اس لحاظ سے آٹھ رکعت صرف ترویحہ ہے اور گیارہ رکعت ترویحے تین نہ کہ تراویح اور امت
 کا اجماع ہے کہ اس نماز کا نام تراویح ہے تو آٹھ اور گیارہ رکعات کو تراویح کہنا ہی غلط ہے۔
خلاصہ کلام:- (۱) بیس رکعت تراویح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے کما هو

فی حدیث ابن عباس۔

(۲) بیس رکعت تراویح کا خلفائے راشدین میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے حکم دیا
 اور کسی ایک تنفس نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا پس اس پر اجماع منعقد ہو گیا۔

(۳) تین خلفائے راشدین کے زمانہ میں تمام صحابہ کرامؓ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔
 (۴) خیر القرون صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین کے دور میں بیس پر اجماع رہا، کسی نے
 انکار نہیں کیا۔ چاروں امام بیس رکعت تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں، امام
 مالکؒ کا مذہب بھی بیس کا ہے، ترویحات میں جو نوافل ہیں ان کا تراویح میں شمار ایسا ہی ہے
جیسے وتر کا شمار تراویح میں کر کے ۲۳ کہا جائے، تقریباً چودھویں صدی کے اخیر تک ائمہ اربعہ کے
 مقلدین پوری اسلامی دنیا میں بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل اور عامل ہیں۔

ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہیں، اس کا انکار
 کرنا، اس کے خلاف رسالے و اشتہار شائع کرنا، اس کے خلاف مناظرے اور چیلنج کرنا محض
 تعصب ہے کیونکہ خلفائے راشدین۔ صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور ان کے
 مقلدین سے اس سے کم ہرگز ہرگز ثابت نہیں، اگر بیس رکعت تراویح امر منکر ہے کہ اس کے
 خلاف رسالے۔ وعظ۔ مناظرے اور چیلنج کئے جائیں تو کیا خلفاء راشدین۔ صحابہ۔ اور تیرہ

خان بھائی کہ اس پوسٹ کے جواب میں رشد صاحب کا کہنا ہے۔



الجواب:-

خان صاحب شاید اوکاڑوی صاحب پر کیا گیا اعتراض سمجھ ہی نہیں یا جان بوجھ کر اعتراض کر گئے ہیں۔ یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ تراویح کے موضوع پر کس امام کے نزدیک کیا سنت ہے اور کیا نفل۔۔۔؟ بلکہ اعتراض یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے فرما رکھا ہے کہ تیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں۔۔۔ تو یہ بات جھوٹ ہے اور اسکے خلاف میں نے دلائل دے دیئے ہیں کہ گیارہ رکعت تراویح کئی ایک کا مذہب رہا ہے۔ آپ نے جو اقوال پیش کیئے ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی تیس رکعت تراویح پر حنا بطور سنت بیان نہیں ہوا بلکہ اسی طرح ہی ہے جیسے کچھ کے نزدیک چھتیس اور چالیس رکعت پر حنا بطور نفل موجود ہے۔

امام مالکؒ اور امام ابو بکر العریبیؒ کا مذہب گیارہ رکعت تراویح کا ہونا تو خود علامہ عینیؒ نے تسلیم کر رکھا ہے جو اوکاڑوی کے بطلان کے لیے آپ پر حجت ہے۔ جہاں تک تعلق ہے کہ یہ تراویح کتنے رکعت مسنون ہے۔۔۔؟ تو اس میں آپ ہماری نہ ہی اپنوں کی ہی مان لیجیے، ملاحظہ کریں:

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں:

”اس سب کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان، گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے۔“ [فتح القدیر: ج ۷ ص ۴۰۷]

سید احمد طحاوی حنفی فرماتے ہیں:

”کیونکہ نبی ﷺ نے تیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔“ [حاشیہ طحاوی علی در مختار: ج ۱ ص ۲۹۵]

مابلی قاری حنفی نے کہا:

”اس سب کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان، گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے، یہ آپ ﷺ کا عمل ہے“

[مرقاۃ المفاتیح: ج ۳ ص ۳۸۲ ح ۳۰۳]

خلیل احمد بہار پوری حنفی دیوبندی لکھتے ہیں:

”اور سنت منوکہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں۔“ [براہین قاطعہ: ص ۱۹۵]

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی فرماتے ہیں:

”کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جماعت کے ساتھ گیارہ رکعتیں مع وتر پڑھی ہیں۔“ [مرآۃ الفلاح: ص ۹۸]

انور شاہ کشمیری حنفی دیوبندی فرماتے ہیں:

”اور اس کے تسلیم کرنے سے کوئی چھکارہ نہیں کہ آپ ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات تھی“ [اعرف الشذی: ج ۱ ص ۱۶۶]

مزید لکھتے ہیں:

”رہے نبی ﷺ تو آپ سے آٹھ رکعتیں صحیح ثابت ہیں اور رہی ہیں رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور اس

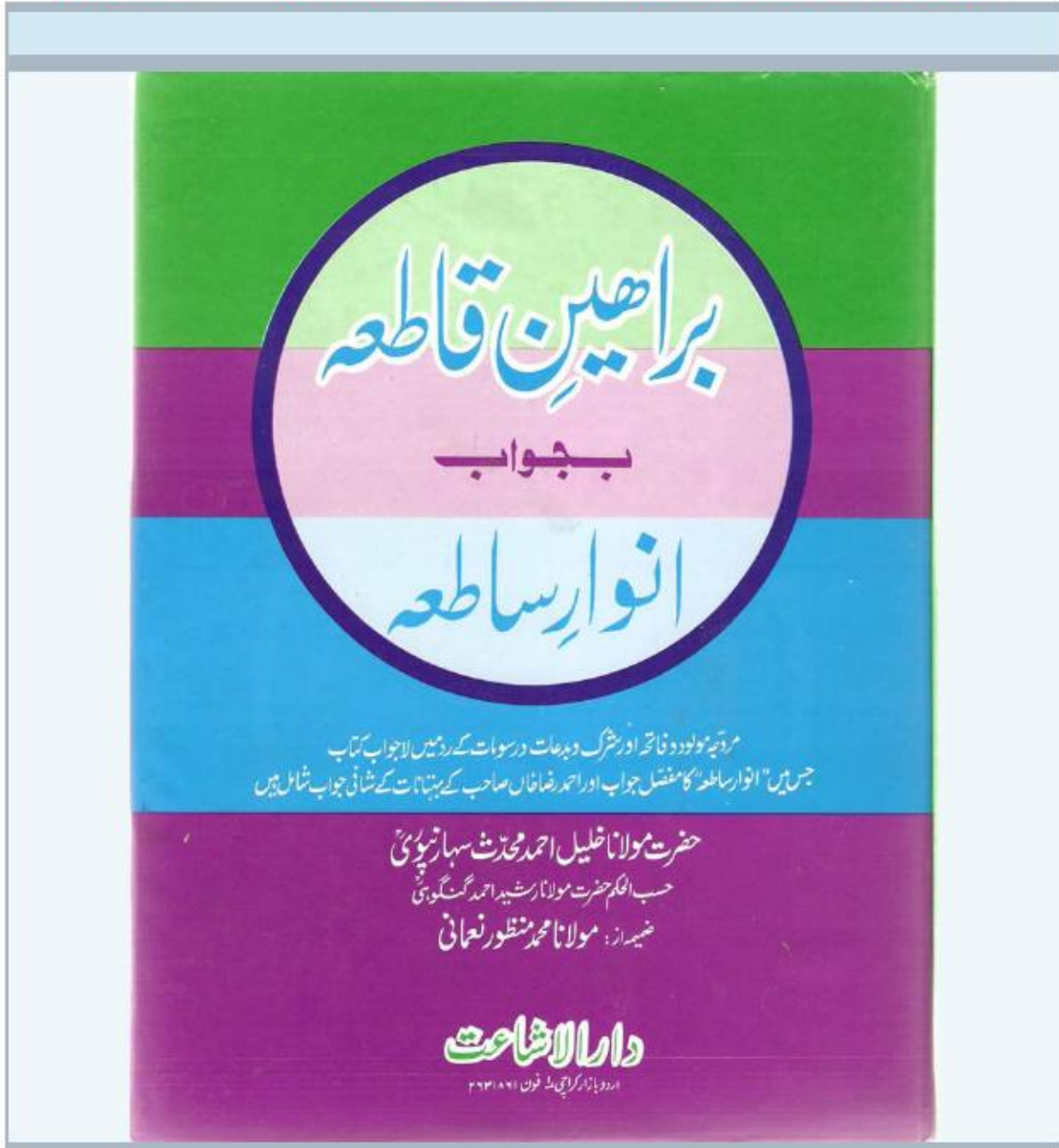
کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“ [اعرف الشذی: ج ۱ ص ۱۶۶]

اس سے بڑھ کر تراویح کے سلسلے میں آپ کی تسلی میں اور کس طرح کروا سکتا ہوں۔۔۔۔۔؟

خان بھائی کے دلائل کا سہی جواب تو ویسے یہ تھا کہ رشد صاحب خان بھائی کے دلائل کا رد کرتے اور پھر صحیح اور مضبوط دلائل دے کر ثابت کرتے کہ تمام چاروں آئمہ کا مذہب 20 رکعات تراویح کا ہے۔ لیکن رشد بھائی نے ایسا نہیں کیا۔ اور بجائے اس کے انہوں نے زبیر علی زئی کذاب کے رسالے **نور المصابیح**



فی مسئلہ التراویح سے چند اقوال علماء کے نقل کیے ہیں اور مزے کے بات یہ ہے کہ خود زبیر علیزئی کذاب نے یہ اقوال نقل کرتے ہوئے ان میں دھوکہ دیا ہے مثال کے طور پر براہین قاطعہ کو دیکھتے ہیں





اور تراویح میں پڑھتی بدعت ہیں ائمہ سنت ہیں اسی طرح وہ محفل میلاد میں کو عالم مالِ محدث کا مل فقیرہ فاضل حافظ ابو الحیر سخاوی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف و جوانب ارض میں اہل اسلام پڑھتے ہیں مولد نبی کریم اور پاتے ہیں اس کے سبب برکات عظیم اب اس دور میں کوئی آدمی اس کو کفر و شرک کہتا ہے کوئی بدعت کہتا ہے کوئی حرام بخود بانٹتا ہے

محفل مدح پاک کہتے ہیں کفر و شرک جو یہ ان سے کہو ہاں تو کھڑے ہو کر گام دو علیٰ ہذا القیاس اہل امت جو مردوں ایک غارتنگ درناک و تاریک میں پڑے ہوئے اس کرپے میں کاش میرا بیٹا یا بیٹی کچھ جھکودیں یا بھالی ہیں فاتحہ درود بھیجیں اب اس وقت میں بعض وہ صاحب ہیں کہ بے دھڑک فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت ہیں ان مفتی صاحبوں میں جو واعظین ہیں وہ اپنی گود بھرتے ہیں مردوں کا مال جھگڑا دید و گھڑی باندھ لیتے ہیں اور جوان میں مدرسین ہیں وہ اور فاتحہ درود کو بدعت بتلا کر تمامی اموال موتی کا سینے مدرسوں میں آنا آرزو کرتے ہیں، غرضیکہ ہر کوئی اپنی طرف کھینچ رہا ہے عوام جو تعین تواریخ کی تعلیم کچھ گزرتے تھے وہ بالکل شتر بے گار ہو گئے، بدعت سن کر تمام مصداق خیر سے سبکدوش اور دست بردار ہو گئے اعدا و اموات بند ہو گئی، لیکن ان حضرات ماضیوں کو اس سے کیا عرض موتی اپنی قبروں میں بڑا کر دیں اور مساکین بھوکے خاک میں لوٹا کر دیں اور بتا دیا کہ جب ان سے کہیے کہ میاں کیوں امیر بن کر رہ کر رہے ہو، کہتے ہیں واہ ہم تو بہت اچھا کام کرتے ہیں پس یہ کہنا ان کا آن کے قریب جا کر پھر کہ قرآن شریف میں وارد ہے **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَوَعَدْنَا الْآخِزِينَ فَآخَوْا وَنَحْنُ مُصَبِّحُونَ** تیرہویں صدی میں لوگوں کا کیا عجب حال تھا اب چودھویں شروع ہوئی دیکھو کیا قیامت ہو، دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو، ان ایام میں دہلی کے تین نغراور چند علماء دیوبند و گنگوہ و سہارنپوری حن فوجہ سے اور مطیع خاص ہاشمی میرٹھی سنی سے ایک فتویٰ چار درق پر پھیرا اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا ہے، حاصل نتیجہ اس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گناہ ہے اور اسی طرح اموات کا فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہیں یہ سب خراب و تباہ ہے

قولہ تراویح میں پڑھتی ائمہ تراویح ائمہ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوال سادقہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام ائمہ کو سنت اور ائمہ کو مستحب لکھا ہے سریہ قول قابل طعن نہیں، **قولہ** اسی طرح وہ محفل میلاد الخ **اقول** نفس کر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سرور حالات کے مندوشت، چنانچہ پیام فتویٰ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری میں صراحتاً مذکور ہے اور مولف اس کو دیکھ چکا ہے کہ یہ کتاب اس کی اسی فتوے کے دو میں تالیف ہوئی ہے البتہ امور غیر مشروعتہ اس کے ساتھ ضم کر گئے ہیں، اس کی وجہ سے حکم عموماً بدعت و منکر ہونے کا یا شرک و حرمت کا لگایا جاتا ہے اور یہ حکم باعتبار ان فتوے غیر مشروعتہ کے ہے نہ وجہ نفس و کر کے چنانچہ یہ سب قریب معلوم ہو جائے گا، پس مولف کا یہ طعن بدون بسوچے سمجھ ان فتاویٰ کے محض کم فہمی ہے انہوں نے اصل سوال اور جواب کو غور بھی نہ کیا اور اعتراض کرنے کو کھڑا ہو گیا **قولہ** علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو محزون الخ **اقول** ایصالِ ثواب طعام و قرارة اموات کو کسی نے منع نہیں کیا اس باب میں جو منع ہے تو اس طرح وہ بدعت سے ایصال کو منع کرتے ہیں کہ جمیع تشہیر بکھار لازم آجائے یا تنقید مطلق کی آجائے کہ یہ دونوں تمام امت کے نزدیک حرام و بدعت ہیں اور یہ امر کہ منع کرنا بدعت خود و بدعت

فصل ایصالِ ثواب در ذکر و در سند روایہ

لے آنا دے یہ تو فرقہ شامل سکھ غریبوں کو کھانا کھلاتے اور قرارة قرآن کے ذریعہ مردوں کو ثواب پہنچاتا

یہ دیکھیں یہ براہین قاطعہ کا صفحہ نمبر 8 ہے اور یہاں پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اپنا مسلک مسئلہ ترویج میں بیان کیا ہے اب اصول تو یہ بنتا تھا کہ زبیر علیزئی کذاب اسکا حوالہ دے کر کہتا کہ دیوبندیوں کے عالم 8 تراویح کو مانتے ہیں لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک ایسے صفحے کا حوالہ دیا جہاں پر کسی اور مسئلے پر بحث ہو رہی ہے۔

وقوع ولادت کے بعد برس دن کے بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلا شگ محل عبادت شکر یہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہو اس بتاؤ اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکر یہ جو مستقل چند عبادات بدنی دلی پر جو ایجاد کی اور کا بر علماء محدثین اور فقہاء جن کا نام ہم خاتمی شہا کریں گے اس کے باقی اور جو ذرا شتا ظاہر ہوئے اور دیا ر اللہ جو اہل کشف تھے انہوں نے مکاشفات اور منادات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو ماضی پایا غرض کہ علمائے طریقت اور شریعت کا اتفاق ہے یہ عمل مستحسن پھر ایسے صلوات آیا اس پر وہی مضمون آیت کریمہ ابتداء ہا کتبنا علیہم اللہ ابتغار رمضان اللہ اور مطابق ہو اس پر قصہ صحابہ کا در باب تراویح پس اگر ہم اس عمل پاک پر مداومت نہ کریں اور ہر سال بطور لزوم اور اوجہ معینہ کے التزام نہ کریں تو ہم کو اندیشہ ہوگا مبادا ہم پر جناب باری کا وہ عتاب بھی جو بنی اسرائیل پر مینا تھا اور جس عتاب سے صحابہ ترک نعیمات تراویح سے ڈرتے تھے کہ مارے باطنی عانیہا لمعہ خامس اعتراض کرتے ہیں کہ قیام بدعت سنیہ اور عتلات بلکہ شرک ہے بچہ دلائل ایک ایک ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا محفل میں شرک ہے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادت ہے دوسری قیامت ہے کہ لکھا بحکم الدین تو بھی نے کہ قیام کرنے والے یوں سمجھتے ہیں گویا اسی وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ماضی اللہ علیہ وسلم مادہ سے تشریف باہر لاتے ہیں اور یہاں حاضر ہیں یہ کفر اور شرک ہے بے سیسری قیامت یہ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ روح بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے یہ اعتقاد شرک ہے جو اب ان لوگوں کا یہ ہے کہ ذکر اللہ اور ذکر رسول اگر کوئی کرے گا تین حالت سے قالی نہیں یا کھڑا ہو کر کرے گا یا بیٹھ کر یا لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تینوں حالتوں کی برکت یہ ارشاد ہوا ہے فاذا ذکر اللہ قیاماً وقعوداً اذکما جزیکم، لیکن لیٹ کر تو وہ اوکا رہیں جو خاص وقت سونے کے احادیث میں وارد ہوئی ہیں، یا کوئی تھکا ہوا سستی سے پڑا ہوا ہو یا مرض ہو اس لئے کہ حیب آدمی تندرست اور چاقی ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکر رسول لبث کر کرنا ادب نہیں سمجھتا، چنانچہ نماز میں بھی قیام وقعود تو تجویز ہوا لیکن نہ ہوا اگر وسطے میں رکے، پس عبادت کے لئے حالت ادب دو مقرر ہوئیں قیام اور قعود اب اس کی تین شکلیں ہیں یا کل ذکر قیام میں کرے یا کل قعود میں یا کچھ قیام میں کرے اور کچھ قعود میں تینوں شکلیں

وجہ بعض لغوی وہی ظہور و شیوع اور اخذ دوام مثل سنن مؤکدات کے ہے اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا اسطے رکعت تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے اور قاعدہ شرع سے محقق ہو گیا کہ ترک سنت مؤکدہ میں عتاب ہوتا ہے پس معنی قول ابوامامہ کے یہ تھے کہ تم نے اس سنت مؤکدہ کو اختیار کیا ہے تو حدود سے حدود اختیار و فعل ہو نہ حدود ایسا وجہا مؤکدات سمجھا کیوں کہ ایسا تو صراحتاً اس کا مخرج عالم کر چکے تھے اور یہ امر سنت مؤکدہ کہ اس کو دائم رکھنا اور نہ حدیث عتاب ہے پس اب دیکھو کہ مؤکدات کو نہ سلیقہ فہم و قرآن کا اور نہ اقوال سلف کا خواجہ خلاف تو عذر شرعی سلف کے اقوال کو بے معنی بناتا ہے اور ضلالت اور ضلالت کا مصداق ہوتا ہے، پس اس سے بھی بدعت حسنہ مستحبہ کا التزام و دوام نہ نکلا البتہ سنت مؤکدہ کا نکلا اب دلیل تیسری مؤکدات کی ایک لغو کلام بلکہ کچھ اور ہوئی پس تطبیق مولود مروجہ کی اس کے ساتھ طلبہ معنی بن گئی اگرچہ اس میں بھی چند اسچل مؤکدات کے ظاہر اور ضلالتیں باہر ہیں مگر تطویل بے سود ہے کیا حاصل ہو جو صلہ علم مؤکدات کا مخرج ہو گیا اور دعویٰ تہجد و تہجد دانی کا لائح ہو لیا قولہ لمعہ خامس اعتراض کرتے ہیں انہی اقوال مترض نہ ذکر اللہ سے بحث کرتا ہے نہ مطلق قیام کہ مطلق اس کے نزدیک مندوب ہے بلکہ ایک فرد خاص قیام کی تعظیم غیر اللہ میں کہ جس میں شرک و بدعت لازم آجاء دے اس کو منع کرتا ہے علیٰ لہذا ذکر فخر عالم پر بحث اور اس کے قیام وقعود سے استفسار اگر ایک فرد خاص میں کلام ہے، پس یہ سب تقریر مؤکدات کی فضول ہے جو اب سے کسی کو فتنہ نہیں لہذا اس کو ترک کرتا ہوں مگر مطلق میں کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہو خواہ ذکر اللہ تعالیٰ میں واقع ہو خواہ ذکر رسول

نہ رواج کے ثابت نہ تہنہ نہ پیدا ہوتا ہے اندیشہ نہ گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا کسے سب کچھ جاننا ہے مرط حانا۔

اب آپ اس میں دیکھیں اصل میں یہاں پر تراویح کی رکعات پر بحث نہیں ہو رہی بلکہ تراویح کے سنت ہونے پر بحث ہو رہی ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری تراویح کے سنت ہونے پر بات کر رہے ہیں یہاں پر جو ان کے یہ الفاظ ہیں کہ "اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے"

تشریح:

ان الفاظوں کا مطلب یہ نہیں کہ 8 رکعت سے زیادہ سنت مؤکدہ نہیں بلکہ حضرت یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اور جو کم سے کم کو بھی سنت مؤکدہ مانتے ہیں وہ 8 رکعت کو سنت مؤکدہ مانتے ہیں۔ ہاں بارہ رکعات میں اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ 8 رکعات سنت مؤکدہ ہیں جبکہ باقی تمام امت 20 رکعات کو سنت مؤکدہ مانتے ہیں اور خود حضرت کا اپنا مسلک 20 رکعات تراویح کا ہے جیسا کہ حضرت نے برائین کے صفحہ نمبر 8 میں بیان کیا ہے۔

زبیر علیزئی کا دھوکہ:

پس اس سے زبیر علیزئی کا دھوکہ باز ہونا ثابت ہوا کہ زبیر علیزئی نے حضرت کی بات کو غلط استعمال کیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا۔ پس اگر زبیر علیزئی ایک حوالے میں اتنا بڑا دھوکہ کر سکتا ہے تو اسکے باقی حوالا جات کا کیا اعتبار زبیر علیزئی کے دوسرے جھوٹ اور دھوکوں کے لیے ہم نے ایک الگ تھریڈ بنایا ہے جس میں زبیر علیزئی کے جھوٹ اور دھوکے بیان کیے جاتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 5:

یہ بھی آپ لوگوں کا اتنا عظیم جھوٹ ہے کہ جس کے لیے تم بہت سالوں سے پیش کر رہے ہو کہ یہ حدیث مل جائے لیکن الحمد للہ مولانا نے تمہارے روپڑی کا پول کھول دیا ایسی حدیث ان کتابوں میں نہیں؟ چیلنج ہے رشد صاحب جھوٹ آپ بھی بول رہے ہیں اُنے حوالے دے دیے جناب حوالے میں کیا ہر کوئی دے سکتا ہے۔۔۔۔۔ اگر ہمت ہے تو لاو اسکے سکین پیجیز لاو دکھاو اسکے سکین پیجیز دکھاو یا حدیث اپنے عبداللہ روپڑی کو اس جھوٹ سے بچاے۔۔۔۔۔ اللہ کی قسم تم ان کتابوں سے یہ حدیث نہیں پیش کر سکتے صرف دھوکہ اور جھوٹ بول سکتے ہو آپ کے حوالے دیکھ لیے جھوٹ سے بھرے ہوئے۔۔۔۔۔ اس لیے رشد صاحب آپکے پورے اہل مذہب کو یہ ایک چیلنج۔۔۔۔۔ یہ حدیث دکھاو لاو سکین 3 کتابوں سے۔۔۔۔۔ اگر یہ حدیث ہوی تو میں بارمان جاؤں گا۔۔۔۔۔ ایک یہی الزام ثابت کرو مولانا اوکاڑوی پر۔۔۔۔۔ آپکے ٹاپک جھوٹ 6+7 والے امیجز میں ہے اور مولانا کا جواب: جواب 9 پیج پر ہے۔۔۔۔۔ اور مزید آپ نے روپڑی صاحب کا دفاع کیا جیسے ثابت ہے کہ آپ انکو سہی عالم مانتے ہیں لحاظہ روپڑی کی کچھ تحریروں کو جوابات لازمی دیں۔۔۔۔۔

<http://www.ahlehaq.com/forum/viewtopic.php?f=14&t=882&sid=bb8838021dc6d26b28bed80be5bc9a51>

۵ مشہور المحدث عالم حافظ عبداللہ روپڑی نے آئین بائبر کے بارے میں ایک حدیث نقل کر کے اس کے متعلق لکھا ہے کہ امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند اچھی ہے، اسے حاکم نے بخاری و مسلم و ترمذی نے حسن کہا ہے۔ (ملخصاً)

JHOOT:5
(KHAN001)

اس پر اعتراض کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”حالانکہ ان کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ہی ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔“

[غیر مقلدین کی غیر مستند غرض ۲۷، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۳۵]

اس بات پر اوکاڑوی صاحب نے ”غیر مقلدین کا عجیب فراڈ“ کے نام سے عنوان باندھا ہے۔ مگر اسے کیا کہیں کہ یہ حدیث ان تینوں



کتبوں میں موجود ہے، صرف آنکھوں پر سے فریب کی پٹی اتارنے کی ضرورت ہے۔
(i) سنن دارقطنی مع تعلیق المغنی: ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ ”دار نشر المکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان“

سنن دارقطنی: ج ۱ ص ۳۲۹، حدیث ۱۲۵۹، مطبوعہ ”عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ“

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: حدیث اسناد حسن

(ii) مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ ”دار المکتب العربی، بیروت، لبنان“

امام حاکم نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس پر موافقت کی ہے۔

(iii) سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ ”دار المعرفہ، بیروت، لبنان“

اس کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی نے امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

امین اوکاڑوی صاحب کی اس طرح کی فریب کاریوں اور دھوکہ بازیوں کی فہرست خاصی طویل ہے، مگر فی الحال اتنا ہی کافی

ہے۔ اب کچھ آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب اپنے مطلب کے لیے قرآن کی آیت کیسے گھڑتے ہیں؟



یہ صحیح بخاری شریف پر صاف جھوٹ ہے۔ بخاری میں جہر کا لفظ ہرگز نہیں۔

(۹۸) حکیم صادق سیالکوٹی ایک حدیث لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس قدر یہود آمین (اوپنی) سے چڑتے ہیں اتنا کسی اور آواز سے نہیں چڑتے،

بس تم بہت آمین کہنا۔ (ابن ماجہ) اگر کوئی اوپنی آمین کہے تو رسول کریم کی اس بسنت

پاک سے ہرگز نہ چڑنا، اور نہ نفرت کرنا کیونکہ آمین اوپنی سے یہودیوں کو چڑھتی اور وہ نفرت

کرتے تھے۔ اور ہمیں یہودی مخالفت کرنی چاہیے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۴۲)

دیکھو! کس طرح ساری امت کو یہودی بنا دیا۔ حالانکہ اولاً یہ تو حدیث ہی صحیح

نہیں۔ خود مولوی عبدالرؤف غیر مقلد حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ طلحہ بن عمرو

کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (ص ۲۴۱)

پھر اس ضعیف حدیث میں بھی اوپنی (جہر) کا لفظ ہرگز موجود نہیں ہے۔ اوپنی کا

لفظ ملانا حضور پر سفید جھوٹ ہے۔

(۹۹) آپ غیر مقلدین کے مرد، عورتیں جب اکیلے نماز پڑھیں، اور نماز

ظہر، عصر میں امام و مقتدی بلندی آواز سے آمین نہیں کہتے، کیا یہود سے کوئی ساز باز کی ہوئی ہے۔

(۱۰۰) چونکہ آمین بالجہر کی حدیث صحیح نہیں، عوام کے سامنے ایک عجیب فراڈ کیا۔

**JHOOT:5
(KHAN001)**

غیر مقلدین کا عجیب فراڈ:

کہ حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث آمین بالجہر کے بارہ میں لکھ کر حافظ عبداللہ

روپڑی نے لکھا کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اچھی

ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی

روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے، (الحدیث کے مسائل امتیازی ص ۷۹)

حالانکہ نہ ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ہی ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۱۰۱) مولوی یوسف جے پوری حقیقۃ الفلک ص ۱۹۴ پر لکھتے ہیں: احادیث آمین

بالجہر کے اثبات میں ہدایہ ص ۳۶۵ ج ۱، شرح وقایہ ص ۹۷، حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ہذا



الجواب:-

خان صاحب نے اوکاڑوی صاحب کی کتاب ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“ کا جو سکیں تیج دیا ہے۔ اس میں اوکاڑوی صاحب نے ”غیر مقلدین کا عجیب فراڈ“ کا عنوان باندھ کر لکھ رکھا ہے:

”کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث آئین بائبر کے بارہ میں لکھ کر حافظ عبداللہ ربیع نے لکھا۔۔۔۔۔ حالانکہ نہ ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہؓ کی آئین بائبر پر یہ حدیث ان تینوں کتابوں میں موجود ہے مگر نہ جانے کیوں اتنی ڈھٹائی سے اس کا انکار کیا جا رہا ہے۔ تینوں حدیث کی کتابوں (دارقطنی، مستدرک، سنن کبریٰ للبیہقی) کے سکیں پیجز دے رہا ہوں۔ ہر ایک اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ خان صاحب سے بس اتنا کہنا ہے کہ اپنے قول کو نبھاتے ہوئے تسلیم کر لیجئے کہ آپ بارہ چکے ہیں اور جھوٹ و دھوکہ میں نہیں آپ کو غلط پٹیاں پڑھانے والے دے رہے ہیں۔ اللہ حق کو کھلے دل سے تسلیم کرنے کی توفیق دے، آمین۔

بِهَا صَوْتُهُ، وَعَنْ الزَّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: نَحْوُهُ، بَحْرُ السَّقَاءِ ضَعِيفٌ.

٧/١٢٥٨ - ثنا محمد بن إسماعيل الفارسي، ثنا يحيى بن عثمان بن صالح، ثنا إسحاق بن إبراهيم^(١)، حدثني عمرو بن الحارث^(٢)، حدثني عبد الله بن سالم^(٣)، عن الزبيدي، حدثني الزهري، عن أبي سلمة، وسعيد، عن أبي هريرة، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَرَعَ مِنْ قِرَاءَةِ أَمِّ الْقُرْآنِ، رَفَعَ صَوْتَهُ، وَقَالَ «أَمِينَ» هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ. / ٣٣٥

٣٥ - بَابُ مَوْضِعِ سَكَنَاتِ الْإِمَامِ لِقِرَاءَةِ الْمَأْمُومِ

١/١٢٥٩ - [حدثنا أبو حامد محمد بن هارون]^(٤)، ثنا زياد بن أبوب، ح وحدثنا محمد بن مخلد، ثنا سعدان بن يزيد^(٥)، وعلي بن إشكاب، والحسين بن سعيد، ابن البستان^(٦)، قالوا: نا إسماعيل بن عُلَيْة، عن يونس بن عُبَيْد، عن الحسن، قَالَ: قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ: حَفِظْتُ سَكَنَاتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ سَعِيدٍ: قَالَ سَمُرَةُ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَكَنَاتِ فِي الصَّلَاةِ، سَكَنَةً إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ حَتَّى يَقْرَأَ، وَسَكَنَةً إِذَا قَرَعَ مِنْ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ،

١٢٥٨ - أخرجه ابن الجوزي في «التحقيق» (١/٣١٥ - ٣١٦) رقم (٥١٩) من طريق الدارقطني به.

١٢٥٩ - أخرجه أبو داود (٢٠٦/١) كتاب الصلاة، باب السكنة عند الافتتاح، حديث (٧٧٧)، وابن ماجه (١/٢٧٥ - ٢٧٦) كتاب الصلاة، باب في سكتي الإمام، حديث (٨٤٥)، وأحمد (٢١/٥)، كلهم من طريق إسماعيل بن علية بهذا الإسناد. وأخرجه البيهقي في «السنن الكبرى» (١٩٦/٢) كتاب الصلاة، باب في سكتي الإمام، من طريق أبي داود.

(١) إسحاق بن إبراهيم بن العلاء الحمصي ابن ذريق، وقد نسب إلى جده، تقدم ذكر أبيه، ملوق بم كثيرًا، وأطلق محمد بن عوف أنه يكذب، من العاشرة، مات سنة ثمان وثلاثين ومائتين. ينظر: التقريب (٥٤/١) (٣٧١).

(٢) عمرو بن الحارث بن الضحاك الزبيدي - بضم الزاي - الحمصي، مقبول، من السابعة. ينظر: التقريب (٦٧/٢) (٥٥٢).

(٣) عبد الله بن سالم الأشعري، أبو يوسف الحمصي، ثقة، روي بالنصب، من السابعة، مات سنة تسع ومبشرين. ينظر: التقريب (٤١٧/١) (٣٢٢).

(٤) سقط في أ.

(٥) المحدث الثقة أبو محمد سعدان بن يزيد البغدادي البزاز. قال أبو حاتم: صدوق. قال الذهبي: مات في رجب سنة الثنتين وستين ومائتين. ينظر السير (٣٥٨/١٢) (١٥١).

(٦) الحسين بن سعيد بن عبد الله الخرمي، يعرف بابن البستان. ينظر: تاريخ بغداد (٤٦/٨) (٤١٠٤).

المُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ

لِلإِمَامِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمِ النِّسَابُورِيِّ
المتوفى سنة (٤٠٥ هـ)

وَمَعَهُ تَلْخِصُ الذَّهَبِيِّ

وَكُنَّا بـ «الدَّرَكُ بِتَخْرِيجِ الْمُسْتَدْرَكِ»

وَأَهْلَامِ الْأُتَمَّةِ الْفَاعِلِ عَلَى سَائِدِهِمْ

الْحَافِظُ أَبُو حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ وَشُيُوخُهُ

«وَزَوَادُ الْمُسْتَدْرَكِ عَلَى الْكُتُبِ الْمُسْتَدْرَكَةِ»

«وَالْإِسْتِدْرَاكُ عَلَى الْمُسْتَدْرَكِ»

«وَالْمُدْخَلُ لِمَعْرِفَةِ الْمُسْتَدْرَكِ»

صِنْفَةٌ

رَاجِعَاتُ الرِّجَالِ

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، عَبْدِ السَّلَامِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ شَيْخٍ

الجزء الأول

دار المعرفة

بيروت - لبنان

**٢٢٢ - خمس عشرة سجدة في القرآن**

٨٤٢ - **حدثنا** أبو عبد الله محمد بن علي الجوهري ببغداد، ثنا أبو إسماعيل محمد بن إسماعيل السلمي، ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا نافع بن يزيد، **حدثني** الحارث بن سعيد عن عبد الله بن منين، عن عمرو بن العاص: أن رسول الله ﷺ أقرأه خمس عشرة سجدة في القرآن ثلاثة في المفضل وسورة الحج سجدتين.

هذا حديث رواه مصريون، قد احتج الشيخان بأكثرهم، وليس في عدد سجود القرآن أتم منه، ولم يخرجاه.

٢٢٤ - كان إذا فرغ من أم القرآن رفع صوته فقال: آمين

٨٤٣ * - **أخبرنا** أبو أحمد بكر بن محمد الصيرفي بمرو، ثنا أبو الأحوص محمد بن الهيثم القاضي، ثنا إسحاق بن إبراهيم بن العلاء الزبيدي، **أخبرني** عمرو بن الحارث عن عبد الله بن سالم، عن الزبيدي قال: **أخبرني** الزهري عن أبي سلمة وسعيد عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من أم القرآن رفع صوته فقال: «**آمين**».

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذا اللفظ. واتفقا على تأمين الإمام وعلى تأمين المأموم وإن أخفاه الإمام، وقد اختار أحمد بن حنبل في جماعة من أهل الحديث بأن تأمين المأمومين [بعد الإمام] لقوله ﷺ: «**فإذا قال الإمام: ولا الضالين فقولوا: آمين**».

٨٤٤ * - **حدثنا** علي بن عبد الله الحلبي ببغداد، ثنا العباس بن محمد الدوري، ثنا أبو عامر العقدي، ثنا فليح بن سليمان عن سعيد بن الحارث قال: اشتكى أبو هريرة أو غاب فضلى لنا أبو سعيد الخدري فجهر بالتكبير حين افتتح الصلاة، وحين ركع، وحين قال: سمع الله لمن حمده، وحين رفع رأسه من السجود، وحين سجد، وحين رفع، وحين

(٨٤٢) أخرجه أبو داود في «السنن» (١٤٠١)، وابن ماجه في «السنن» (١٠٥٧).

(٨٤٣) أخرجه الدارقطني في «السنن» (٣٣٥/١)، والبيهقي في «السنن الكبرى» (٥٨/٢)، وابن حبان في «صحيحه» (١٨٠٦)، وقد حسنه الدارقطني.

(٨٤٤) قال في «المجمع» (١٠٣/٢)، هو في الصحيح باختصار، وقد رواه أحمد ورجال رجال الصحيح.



السُّنَنُ الْكُبْرَى

لِلإِمَامِ
أَبِي بَكْرٍ أَحْمَدَ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَيْهَقِيِّ
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

تحقيق
محمد عبد القادر عطا

الجزء الثاني

المحتوى

تتمة كتاب الصلاة

مستورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان



المغضوب عليهم ولا الضالين قال: آمين، ثم قال: والذي نفسي بيده إني لأشبهكم صلاة برسول الله ﷺ.

۲۴۵۲ - أخبرنا علي بن محمد بن عبد الله بن بشران العدل ببغداد، أنبأ علي بن محمد المصري، ثنا يحيى بن عثمان بن صالح، ثنا إسحاق بن إبراهيم الزبيدي، أخبرني عمرو بن الحارث، ثنا عبد الله بن سالم، عن الزبيدي^(۱) قال: أخبرني الزهري، عن أبي سلمة، وسعيد أن أبا هريرة قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته فقال: آمين.

وكذلك رواه أبو الأحوص القاضي عن إسحاق بن إبراهيم بن العلاء الزبيدي. وأخبرنا أبو بكر بن الحارث، قال: قال علي بن عمر الحافظ: هذا إسناد حسن، يريد إسناد هذا الحديث^(۲).

[۱۶۳] - باب جهر المأموم بالتأمين

۲۴۵۳ - أخبرنا أبو الحسن بن الفضل القطان ببغداد، ثنا أبو سهل بن زياد القطان، ثنا إسماعيل بن إسحاق القاضي، ثنا حجاج / بن منهال، ثنا حماد بن سلمة، عن ثابت، عن ۵۹ أبي رافع، أن أبا هريرة كان يؤذن لمروان بن الحكم فاشتراط أن لا يسبقه بالضالين حتى يعلم أنه قد دخل الصف، فكان إذا قال مروان: ولا الضالين قال أبو هريرة: آمين بعد بها صوته، وقال إذا وافق تأمين أهل الأرض تأمين أهل السماء غفر لهم.

۲۴۵۴ - وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو سعيد بن أبي عمرو، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، أنبأ الربيع بن سليمان، أنبأ الشافعي، أنبأ مسلم بن خالد، عن ابن جريج، عن عطاء قال: كنت أسمع الأئمة ابن الزبير ومن بعده يقولون: آمين ومن خلفهم آمين حتى أن للمسجد^(۳) للجة.

(۱) هو محمد بن الوليد الزبيدي.

اس بارے میں مولانا امین صفدر اوکاڑوی کہتے ہیں کہ "میں نے غیر مقلدین کا عجیب فراڈ کا عنوان دے کر لکھا تھا کہ ان کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے دارقطنی، حاکم بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملخصاً میں نے لکھا تھا کہ یہ حدیث سرے سے ان کتابوں میں موجود ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو کسی نے صحیح یا حسن کہا ہو۔ یہ اعتراض اتنا زبردست تھا کہ آج تک اس جھوٹکے سیابی کوئی اس کے چہرے سے نہ دھوسکا۔ آل پیرداد نے کمال کر دیا کہ یہ حدیث تینوں کتابوں میں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کا حوالہ میں نے دیا ہے "مجموعہ رسائل" ص 243، ج 1 پر میں اسکی وضاحت کرچکا تھا۔ دیکھو جھوٹ نمبر 29۔ وہ حدیث اسحاق بن ابراہیم زبیدی والی نہیں بلکہ بشر بن رافع والی ہے۔ آل پیرداد خود نظر چیک کرواے۔ جھوٹوں کی حمایت کر کے انسان اسی طرح زلیل ہوتا ہے۔



میں نے غیر مقلدین کا عجیب فراڈ کا عنوان دے کر لکھا تھا کہ ان کے محدث
 رحمہ اللہ روپڑی نے دارقطنی، حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور لکھا
 ہے کہ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملخصاً میں نے لکھا تھا کہ یہ حدیث سرے سے ان کتابوں
 میں موجود ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کو کسی نے صحیح یا حسن کہا ہو۔ یہ اعتراض اتنا زبردست تھا کہ
 اب تک اس جھوٹ کی سیاہی کوئی اس کے چہرے سے نہ دھوسکا۔ آل پیرداد نے کمال کر دیا
 کہ یہ حدیث تینوں کتابوں میں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کا حوالہ میں نے دیا ہے ”مجموعہ
 سال“ ص ۲۸۳، ج ۱ پر میں اس کی وضاحت کر چکا تھا۔ دیکھو جھوٹ نمبر ۲۹۔ وہ حدیث
آل ابن ابراہیم زبیری والی نہیں بلکہ بشر بن رافع والی ہے۔ آل پیرداد خود نظر چیک
کر لے۔ جھوٹوں کی حمایت کر کے انسان اسی طرح ذلیل ہوتا ہے۔

میں نے یہیں پر رشد صاحب کے پیش کیے ہوئے کتابوں کے صفحے لگا دیے ہیں **قارئین سے درخواست**
ہے کہ سب اس میں خود دیکھیں کہ بشر بن رافع کا نام کہاں ہے اگر کسی کو ملے تو ہمیں بھی دکھا
دیں۔

جھوٹ نمبر 6:-

اس والے جھوٹ پر جھوٹ رہنے دے اس بات کا اندازہ بھی ہو گیا کہ آپ قرآن کی تفسیر سے بھی نشانہ
 بے دیکھ لیں اپنے پیچ جھوٹ 6+7 والے امیج۔۔۔۔۔ رشد صاحب جو پیچ تم نے پیش کیا تھا اس آیت کے
 بارے میں سکین کر کے اس میں یہ پریس والوں کی غلطی تھی کہ آیت غلط چھاپ دی تھی اور سہی آیت
 بے سورہ نسا آیت نمبر 77 میں دیکھ لیں جواب 10 کے نام سے امیجس میں اور رہی اس پر نماز میں ترک
 رفع یدین تو اس پر تفسیر مدارک اور اسباب النزول دیکھ لیں۔۔۔۔۔ مولانا نے تحریر نہیں کی۔۔۔۔۔ آپ نے
 تحریف کی اُنے بھی اس پیچ کی تقلید میں قرآن کی آیت غلط ٹایپ کر دی۔۔۔۔۔ زرا سی شرم نہیں آپکو۔۔۔۔۔
 زرا سی تحقیق کر لیتے انشاء اللہ یہ الزام لگاتے ہی نہیں لیکن آپ ایسا ہی جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم تقلید
 نہیں کریں تحقیق کرتے ہیں آپ کی تحقیق دیکھ لی۔۔۔۔۔ اللہ ہمیں ایسی تحقیق سے بچائے۔ آمین!



JHOOT NO:6 (KHANoo1)

امین اوکاڑوی صاحب کی من گھڑت آیت :-

اوکاڑوی صاحب رفع الیدین کے خلاف دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يا ايها الذين آمنوا اقيموا الصلوة اے ایمان والو اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو

جب تم نماز پڑھو۔

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع الیدین کے منع پر دلیل لی ہے۔“

[تحقیق مسکنہ رفع الیدین: ص ۶، شائع کردہ البیضاء اکیڈمی، فقیر والی، ضلع بہاولنگر]

ان الفاظ کے ساتھ پورے قرآن میں کوئی ایک بھی آیت موجود نہیں۔ اوکاڑوی صاحب نے محض رفع الیدین کو غلط ثابت کرنے کے لیے

شروع میں جہاد سے متعلق اترنے والی آیت کے آگے ”اقیموا الصلوة“ لگا کر اسے نماز سے متعلق جوڑ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر من مانی

JHOOT:7

تحریف کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ خود تو بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں



ترجمہ:- ”حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (نماز پڑھنے کی حالت میں) تشریف لائے (اور ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے) تو بڑی ناراضگی سے فرمایا کہ میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں؟ نماز میں ساکن اور مطمئن رہو۔“

نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے، اس کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اسے جانوروں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔

قرآن پاک میں بھی نماز میں سکون کی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۔ قوموا للہ قانتین خدا کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

دیکھئے خدا اور رسول نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

۲۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون قال ابن عباس

الذین لا یرفعون ایدیہم فی صلاتہم (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ص ۳۲۳)

”کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔“ حضرت

ابن عباس فرماتے ہیں یعنی جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

SURAH
NISA
AYAT NO:
77

۳۔ الم ترالی الذین قیل لہم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوۃ

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

BADTAREN JHOOT
JHOOT:6

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

khan001



الجواب:-

سب سے پہلے تو اس بات کو دیکھ اور سمجھ لیجیے کہ میں نے کوئی آیت غلط نام پ ہرگز نہیں کی کیونکہ ایسی کوئی آیت ہے ہی نہیں۔ ہاں اس بات کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے اوکاڑوی صاحب کی من گھڑت آیت کا حوالہ دیتے ہوئے ”بایضا الذین“ کے بعد ”امنو“ کا لفظ نام پ ہونے سے رہ گیا ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ میں نے ترجمہ بالکل اسی حوالے کی طرح دے رکھا ہے جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے اس من گھڑت آیت کا کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ میرا حوالہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ میں نے اس حوالے کا پورا سکیں (عکس) نیچے دے رکھا ہے۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ جو سکیں یا عکس میں نے اوکاڑوی صاحب کا دے رکھا ہے اس میں چھاپنے والوں نے غلطی سے سورۃ نساء کی آیت (نمبر: ۷۷) کو اس طرح چھاپ دیا ہے تو یہ محض ایک بہانہ ہے کیونکہ اوکاڑوی صاحب نے ترجمہ بھی اسی من گھڑت آیت کے مطابق کر رکھا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے اس آیت کو خود ہی گھڑا ہے۔ ورنہ کیا ترجمہ بھی چھاپنے والوں نے خود ہی کر کے لگا دیا ہے؟ لہذا آپ کا یہ بہانہ سخت باطل اور جھوٹ ہے اور ہر انصاف پسند آدمی اس بات کو دیکھ سکتا ہے۔

آخر میں سورۃ نساء آیت ۷۷ کے بارے میں عرض ہے کہ اوکاڑوی صاحب کی نقلی تحریف کو چھپاتے چھپاتے دیوبندی ناشرین اب معنی تحریف پر اتر آئے ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا کوئی تعلق ہرگز رفع الیدین کے ساتھ نہیں۔ میری تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ سورۃ نساء کی آیت: ۷۷ کو مکمل پڑھ لیجئے اور خود فیصلہ کریں کہ یہ آیت شروع اسلام میں جہاد سے ہاتھ روکنے کے متعلق ہے یا نماز میں رفع الیدین سے روکنے پر۔ نیز اس آیت کا شان نزول (سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد) میں ملاحظہ کیجئے۔

اس میں سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ خان صاحب کی بات کا جواب دیتے ہوئے رشد صاحب کہتے ہیں کہ غلط ٹایپ نہیں ہو سکتی پھر نیچے ہی خود لکھتے ہیں کہ ”امنو“ کا لفظ ٹایپ ہونے سے رہ گیا۔ اور اس کے نیچے چل کر اپنی باتوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہو ہی نہیں سکتی یہ خود گھڑی ہے آیت امین صاحب نے۔ اصل میں یہ بھی کتابت کی غلطی ہے جو کاتب نے کی نہ کہ مولانا امین صفدر صاحب نے اس کے بارے میں واضح بتا دیا ہے کہ اور خود رسایل میں یہ لکھا ہے کہ اگر اس میں کوئی غلطی دیکھی جائے تو اس کو کاتب کی غلطی سمجھا جائے نہ کہ مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب کی۔ (مجموعہ رسایل جلد 3 ص 4)

اس سے رشد صاحب کے اس اعتراض کا بھی جواب ملتا ہے کہ دیوبندی ناشرین نے اس کو خاموشی سے اڑا دیا ناشر کو پتا تھا کہ اس میں غلطیاں ہیں اور اسی لیے اس نے لکھا۔ اور خود بقول مولانا امین صفدر کے کہ انہوں نے ناشر کو اگلے ایڈیشن میں ان غلطیوں کو ٹھیک کرنے کا کہا اور ناشر نے اس پر توجہ نہیں کی تو حضرت نے یہ رسایل دوسرے ناشر کو دے دیے تھے۔ (تجلیات صفدر جلد 4 ص 234)

جھوٹ نمبر 7:

JHOOT:7

تحریف کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ خود تو بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

تنبیہ: اس کتاب ”تحقیق مسئلہ رفع الیدین“ کے بعد والے مطلوبہ نسخوں سے اس تحریف کو خاموشی سے اڑا دیا گیا ہے۔ اس لیے ثبوت کے طور پر تحریف شدہ آیت والے نسخے کی سکیں نوٹ نیچے دی جا رہی ہے۔



دیکھیں پیچ جھوٹ 6+7 امیج اس میں لاسٹ میں کہتے ہیں کہ علماء دیوبند نے خاموشی سے یہ تحریف اڑا دی سب کے سامن بے آج بھی تجلیات صفدر میں یہ آیت چھاپ رہے ہیں لیکن جھوٹ آپکا کاروبار بے دیکھ لیں جھوٹ 10 امیج آج بھی موجود بے آیت۔۔۔۔۔

اللہ ہمیں رشد جیسے جھوٹ اور کذاب لوگوں سے بچائے۔۔۔ آمین!
(سے میں یہ کہوں گا کہ ایسے جھوٹے لوگوں کہ یہاں owner) یہاں کے سے بین کر دیا جائے اور کو یہاں پوسٹ کرے تو لازمی سکین کا قانون اس پر نافذ کریں۔۔۔۔۔ جیسے رشد صاحب کے دیکھ چکے ہیں دھوکے۔۔۔۔۔

اب چلتے ہیں رشد صاحب کے سب سے بڑے معرکے کی طرف شاید جس پر ان کا سب سے زیادہ زور بھی رہا۔

امین اوکاڑوی صاحب کی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی۔۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: کتاباں سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۱) اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے امین اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”لیکن آپؐ نماز پڑھتے رہے اور کتاباں سے کھلی رہی، اور ساتھ گھر بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔“

[مجموعہ رسائل: ج ۳۵ ص ۳۵۰]

امین اوکاڑوی صاحب کی یہ بات نہ صرف بہت بڑا جھوٹ ہے بلکہ نبی ﷺ کی صریحاً گستاخی بھی ہے۔ کسی بھی حدیث کی کتاب میں اس طرح کی کوئی بات موجود نہیں کہ نبی ﷺ نماز میں تیار اور گدھی کی شرمگاہوں پر نظر ڈالتے رہے ہوں (نحوہ بائد)۔ الحمد للہ سے بغض نے اوکاڑوی صاحب کو اس قدر اپنی پکڑ میں لے کر کھنکھایا کہ نبی ﷺ کی توہین کرتے ہوئے بھی کوئی شرمگاہوں نہ کی۔

تنبیہ: اوکاڑوی صاحب کی اس کتاب ”مجموعہ رسائل“ کو نعمان اکیڈمی گوجرانوالہ سے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا گیا تو یہ گستاخانہ اور توہین آمیز عبارت اس میں موجود تھی۔ مگر جب اسی کتاب کو لاہور سے اکتوبر ۲۰۰۰ء میں اور عدم احکامات نے شائع کیا تو خاموشی سے اس عبارت کو اڑا دیا گیا۔

مگر یہ گستاخانہ عبارت اوکاڑوی صاحب کی کتاب ”تجلیات صفدر“ (ج ۵ ص ۲۸۸) پر بھی موجود ہے۔ اس کتاب کو اوکاڑوی صاحب کے شاگرد خاص مولانا نعیم احمد دیوبندی کی ترتیب و تصحیح کے ساتھ مکتبہ اویہ ملتان نے شائع کیا۔ مولانا نعیم احمد کو اپنی کتاب ”تجلیات صفدر“ کی اشاعت کا اجازت نامہ خود اوکاڑوی صاحب نے لکھ کر دیا۔ (تجلیات صفدر: ۲۹) اوکاڑوی صاحب کے بعد ان کے چاروں بیٹوں اور بیگم صاحبہ نے بھی اس کتاب کا اشاعت نامہ مولانا نعیم احمد کو دیا۔ (تجلیات صفدر: ۳۰۶)

اوکاڑوی صاحب کی اس گستاخی اور صریح جھوٹ کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا بلکہ اپنی عادت کے مطابق دیوبندی ناشرین نے اس گستاخانہ عبارت کو آئندہ کی طباعتوں سے اڑانا شروع کر دیا ہے تاکہ کوئی اوکاڑوی جیسوں کا اصلی چہرہ سب کے سامنے نہ لاسکے۔ اس گستاخانہ عبارت کے دو اگلے نسخوں سے غلط توہین نے پہلے بھی دے دیے تھے۔ مگر اس کے بعد اہل حق و نور پر ہی مقتیاب اوکاڑوی صاحب کا رسالہ ”غیر متقدمین کی غیر مستند نماز“ کو دیکھا تو اس میں بھی یہ گستاخانہ عبارت موجود ہے۔ تین تین کتابوں میں موجود اس گستاخانہ عبارت سے اڑا کر اسی طرح ہے جیسے آج قادیانیوں نے مرزا کی کتابوں میں موجود کفریہ عبارت کو بدلنا اور ان کا انکار کرنا شروع کر رکھا ہے۔



اسکا جواب بھی مولانا امین صفدر اوکاڑوی نے تجلیات صفدر کی جلد 4 میں دیا ہے آپ ساتھی ملاحظہ کریں۔

"احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شایع کیا تھا جس میں 260 باتیں نماز کے بارہ میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں۔ اسکا نام ہی غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ہے آج تک غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ طاری ہے۔ اس رسالے نے غیر مقلدین کے جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ **البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی کاتب کی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں نہ کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص 4) اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہل حدیث کے بڑے بھائیوں اہل قرآن کی طرف سے نقل کیے گئے تھے جن کا جواب نام نہاد اہل حدیث پر فرض تھا۔ مثلاً ص 197 پر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص 197، ج 1) لیکن آپ ﷺ نے نماز پڑھائی جبکہ سب کے سامنے گدھی چربی تھی (مسلم ص 196، ج 1، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول و فعل کا تضاد کیوں ہے (اسکا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے) ص 198 پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص 197 ج 1) لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سمانے کھیلتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔ اہل قرآن اہل حدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتا چلا کہ یہ سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے اور کھیلنے والا کتا نہیں کتیا ہے۔ یہ امتیاز شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہوتا ہے یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز ہوتا ہے تو اس نظر پڑنے سے نماز لوٹائی نہیں گئی۔ کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہل حدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں۔ وہ آج تک جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی اور کتا نہیں تھا کتیا تھی کچھ اور نہ تھا۔ جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے درمیان میں سے کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔ اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے نہ اہل قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے۔ حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر 198 کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں۔ کیونکہ اسکو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہ فرار اختیار رہے ہیں۔ لیکن ناشر نے توجہ نہ دی اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیے جا رہے ہیں۔ وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شایع کرے گا۔**



اسخ رسول:

احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں ۲۶۰ باتیں نماز کے بارے میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں۔ اس کا نام ہی غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ہے۔ اس کتاب غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ طاری ہے۔ اس رسالے نے غیر مقلدین کے اس جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں۔ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص ۴) اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہل حدیث کے بڑے بھائیوں اہل قرآن کی طرف سے نقل کئے گئے تھے جن کا جواب نام نہاد اہل حدیث پر فرض تھا۔ مثلاً ص ۱۹۷ پر ہے: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپؐ نے نماز پڑھائی جبکہ سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی (مسلم ص ۱۹۶، ج ۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپؐ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول و فعل کا تضاد کیوں ہے (اس کا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے) ص ۱۹۸ پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص ۱۹۷، ج ۱) لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھینچتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔ اہل قرآن اہل حدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ

سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے اور کھیلنے والا کتا نہیں کتیا ہے۔ یہ امتیاز فرما پڑنے سے ہوتا ہے یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز فرما اس نظر پڑنے سے نماز ٹوٹائی نہیں گئی۔ کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہل حدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں۔ وہ جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی اور کتا نہیں تھا کتیا تھی تھا۔ جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے اس پر کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔ اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے نہ اہل قرآن اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے۔ حالانکہ کئی سالوں سے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں۔ گدھا بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن ناشر نے تم کو اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا۔